ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۴ فروری ۱۹۶۴ء

قرآن نمبر

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

ہدیہ ۳۱ پیسے

عید مُبارک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

اسلام نے اپنے پیروؤں کے لئے جو تہوار مقرر کئے ہیں ان میں تین خصوصیات ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بیک وقت قومی بھی ہیں اور اجتماعی بھی جن کی بنیاد انسانیت کے لئے مشترک اہمیت رکھنے والے جذبات و روایات پر ہے۔ دوسرے یہ کہ اسلام چونکہ ایک عالمگیر اصلاحی دعوت ہے اس لئے اس نے اپنے تہواروں کو شرک اور مخلوق پرستی اور مشرکانہ توہمات کی ملاوٹ سے پاک کر کے خالص خدا پرستی کا گہرا رنگ دیا ہے قدم قدم پر اس کی نمائش کی گئی ہے اور تہوار میں ہونے والے تمام اعمال کو اسی ڈھنگ پر ڈھالا ہے۔

تیسرے یہ کہ خدا پرستی کے ساتھ اسلام نے اپنے تہواروں میں اخلاق کی بھی ایک بلند نصب العین دیا ہے اس لئے اپنے تہواروں کو فسق وفجور اور ناشائستگی سے پاک رکھا ہے اور لطف وتفریح تہذیب کے ساتھ اور خوشی کا مظاہرہ سنجیدگی کے ساتھ کرنے کی ہدایت کی ہے۔ خوشی و مسرت کی ایسی نمائش جو صرف کھیل کود پر ختم ہو جائے اس سے روک دیا تاکہ اجتماعی زندگی میں تہوار سے جو ایک حرکت پیدا ہوتی ہے اس کو اعلیٰ درجہ کے اخلاقی مقاصد کے لئے پوری طرح استعمال کیا جا سکے۔

اسلام کا شرفِ اعلیٰ

اسلام کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اپنی تفریحات کو راگ رنگ فسق وفجور اور ناشائستگی سے ہٹا کر خالص خدا پرستی، تعمیر سیرت اور قومی تنظیم کا نمونہ بنا دیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ایک شخص جن اصولوں پر ایمان رکھتا ہے ان کے مطابق اکیلے عمل کرنا اس کے لئے ناممکن ہے جب تک پوری جماعتی زندگی انہی اصولوں پر نہ ڈھل جائے آدمی دنیا میں تنہا پیدا نہیں ہوتا اور نہ تنہا رہ کر کام کر سکتا ہے اسکی ساری زندگی اپنے بھائی بندوں، دوستوں، ہمسایوں، معاملہ داروں اور زندگی کے بے شمار ساتھیوں کے ہزاروں قسم کے تعلقات میں جکڑی ہوئی ہے دنیا میں وہ اللہ کی طرف سے یہ امانت لے کر آیا ہے کہ اجتماعی زندگی اور اجتماعی تعلقات کو اللہ کی مرضی کے سانچے میں ڈھالے اسی کا مظاہرہ عید کے مبارک اجتماع کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اس اجتماعی مظاہرے کو عبادت بنانے کے لئے چونکہ ضروری ہے کہ جمع ہونے والوں کے ذہن میں اس بات کا شعور تازہ اور زندہ ہو کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اُن کو دنیا میں بندہ ہونے کی حیثیت میں رہنا ہے اسلئے مسرت و شادمانی کے موقعہ پر یادِ الٰہی کا ایک خاص پیمانہ مقرر فرمایا ہے حکیم الامت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:۔

عید میں شان و شوکت اور زیب و زینت کے ساتھ اسلام نے ذکر الٰہی اور طاعت کا پیوند اس لئے لگایا ہے تاکہ مسلمانوں کا یہ اجتماع کھیل کود کا اجتماع بن کر نہ رہ جائے بلکہ اس میں اللہ سبحانہٗ کے نام کا بول بالا ہو

(حجۃ اللہ البالغہ)

اسلام میں صرف دو تہوار ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ یہ دونوں عیدیں دو عظیم المرتبت پیغمبروں کے اعمال کی یادگار ہیں عید الفطر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی اور عید الاضحیٰ جناب ابراہیم علیہ السلام کے اعمال کی یادگار ہے۔ عید الفطر ۲ھ میں شروع ہوئی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مدینے والے سال بھر میں دو دن خوشی مناتے تھے حضور اقدسؐ مدینہ تشریف لائے۔ آپؐ نے دریافت کیا کہ دو دن کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم اسلام سے پہلے ان دنوں میں خوشیاں مناتے تھے آپؐ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن دئے ہیں عید الفطر کا دن اور عید الاضحیٰ۔

یوم الجوائز

رمضان المبارک کا مہینہ فی الواقع اس سعادت انسانیت اور ہدایت اُمم کے ظہور کی یادگار ہے جس دروازہ قرآن حکیم کے نزول سے دنیا پر کھلا اور خدا اور اس کے بندوں میں ہجر وحرماں کی جگہ وصل ومحبت کے راز و نیاز شروع ہوئے یہی مہینہ ہے جو اس آسمان کی سب سے بڑی برکت کے نزول کا سبب بنا اور یہی مہینہ ہے جو اپنے ساتھ زمین کی سب سے بڑی سعادت لایا۔ اسی موسم میں خدا کی رحمتوں کی پہلے پہل بارش ہوئی اور اسی عہد میں دنیا کی وہ سب سے بڑی خشک سالی ختم ہوئی جو صدیوں سے رُوح ودل کی دنیا پر چھائی ہوئی تھی۔

ہدایتوں کے فرشتے اسی میں اترے۔ سعادت کی قدوسی اس میں زمین پر پھیلے۔ اللہ سبحانہٗ نے سب سے پہلے اسی ماہ میں بندوں بندوں کو پیار کیا۔ یہ بزرگی اور پاکیزگی کا وقت اور عظمت وشوکت کا عہد مقدس ہے۔

جب دنیا طرح طرح کی خوشیاں منا رہی تھی تو مسلمانوں کو اللہ نے حکم دیا کہ وہ اس روحانی انقلاب کی شکر گزاری میں خوشی منائیں اسی لئے عید کو یوم الجوائز کہہ کر پکارا گیا ہے۔

طبرانی میں حضرت اوسؓ کا بیان ہے:۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو راستوں میں فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ اعلان کرتے ہیں۔

مسلمانو! بارگاہ الٰہی میں آؤ وہ تمہیں انعامات دیگا۔ تم پر فضل ومہربانی فرمائے گا تم کو رمضان کی راتوں میں قیام کو کہا گیا تم نے قیام کیا تمہیں روزوں کا حکم ہوا تم نے روزے رکھے اپنے ربّ کی اطاعت کی تو اپنے انعامات لے لو جب عید کی نماز سے مسلمان فارغ ہوتے ہیں تو اعلان ہوتا ہے خوشخبری ہو۔ تمہارے رب نے تمہیں مغفرت عطا فرما دی اپنے گھروں کو خوش وخرّم واپس جاؤ آج انعامات کا دن ہے آسمان میں اس دن کا نام "یوم الجوائز" ہے۔

زیب و زینت

خوشی کے اس مظاہرے کو مہذب بنانے کیلئے حجامت بنانا غسل کرنا اچھے اور عمدہ کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ السنن الکبریٰ بیہقی میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر عید پر خوشنما یمنی چادریں زیب تن فرماتے تھے ابن ماجہ میں غسل وغیرہ کا ذکر آتا ہے

جانے سے پہلے کچھ کھانا

مسند امام احمد اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر میں کھجوریں تناول فرما کر گھر سے عیدگاہ روانہ ہوتے تھے اور کھجوروں کے کھانے میں طاق کا لحاظ رکھتے تھے معلوم ہوا کہ عید الفطر میں نماز کو جانے سے پہلے کھانا سنت ہے

راستہ کا اختلاف

یہ بھی سنت ہے کہ ایک راستے سے جائے اور دوسرے راستے سے واپس آئے۔ سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب عیدگاہ جاتے تو واپسی دوسرے راستے سے ہوتی۔

عیدگاہ پیدل جانا

عیدگاہ پیدل چل کر جانا سنت ہے اور سواری پر خلاف سنت ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کا ترمذی میں بیان ہے کہ سنت یہ ہے کہ عیدگاہ پیدل چل کر جائے اور کچھ کھا کر جائے اکثر لوگ عید کی نماز شہر کی مسجدوں میں پڑھتے ہیں۔ عیدگاہ نہیں جاتے حالانکہ عیدگاہ جانا سنت مؤکدہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس مسجد کو باوجود انتہا شرف وفضیلت کے چھوڑ دیتے تھے اور نماز پڑھنے عیدگاہ تشریف لے جاتے۔

تکبیریں کہنا سنت ہے

عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کہتے ہوئے جانا سنت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز سورج چڑھے عیدگاہ جاتے اور عیدگاہ تک تکبیر کہتے جاتے اور عیدگاہ میں بھی نماز تک تکبیریں کہتے رہتے۔

طبرانی میں ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ:۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اپنی عیدوں کو تکبیرات سے مزین کرو۔

صدقۃ الفطر ادا کرنا ضروری ہے

جیسے رمضان کے روزے اللہ نے فرض کئے ہیں لیکن رمضان میں راتوں کے قیام کی حضور انورؐ نے تاکید فرمائی ہے۔ ایسے ہی مالوں میں زکوٰۃ اللہ کا فرض ہے مگر صدقۂ فطر کی ادائیگی کی حضور انورؐ نے تاکید فرمائی ہے

باقی بر ص ۲۵

ایڈیٹر:- مناظر حسین نظر
فون نمبر:- ۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ چندہ:- ۱۱ روپے
ششماہی چندہ ۶ روپے

جلد ۹	۱۴ر فروری سنہ ۱۹۶۴ء بمطابق ۲۹ر رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۳ھ	شمارہ ۳۸

قرآن نمبر

قرآن عزیز کو رمضان المبارک سے جو خاص مناسبت ہے وہ کسی ذی فہم سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن عزیز اسی بابرکت مہینے میں مکہ کے دُرِّ یتیم اور ایک بیوہ ماں کے چشم و چراغ پر اتارا گیا اور یہی وہ مقدس مہینہ ہے جس میں صحن مساجد اور منبر و محراب پکار پکار کر قرآن حکیم کی سالگرہ کا اعلان کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی مناسبت کے پیش نظر ادارہ خدام الدین نے قرآن نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر یہ فیصلہ اسقدر تاخیر سے اور عجلت میں ہوا کہ فیصلہ کے دن اور نمبر کی تاریخ اشاعت میں صرف چھ روز کا فرق تھا۔ ظاہر ہے صرف پانچ چھ روز کے وقفہ میں کوئی ضخیم نمبر شائع کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا اس لئے یہی طے ہوا کہ ۲۸ صفحے کا ایک ہلکا سا نمبر شائع کر دیا جائے اور اس مختصر سے وقت میں قرآنی معلومات سے متعلق جس قدر ضروری مضامین فراہم ہو سکیں اس نمبر میں شامل کر دئے جائیں۔ لیکن اس فیصلہ کو بھی کماحقہٗ عملی شکل دینے کی راہ میں ایک تو ایڈیٹر خدام الدین کی خرابیٔ صحت حائل ہوئی اور دوسرے عیدالفطر کے متعلق ضروری مسائل نے کچھ صفحات گھیر لئے۔ نتیجتاً یہ نمبر اُن روایات کا حامل نہ ہو سکا جو ماضی میں خدام الدین کا طغرۂ امتیاز رہی ہیں۔ بہرحال اس مختصر سے وقت میں ہم سے جو کچھ بن پڑا وہ آپ کے سامنے ہے۔ ویسے بھی قرآن عزیز چونکہ خالق لایزال اور قادرِ مطلق خداوند قدوس کا بے مثل اور غیر فانی کلام ہے۔ اس لئے اس کے شایانِ شان کوئی نمبر پیش کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ انسان صرف اسی قدر مکلف ہے کہ وہ قرآن کی نشر و اشاعت کی مقدور بھر کوشش کرے اور جس قدر ممکن ہو سکے خدمتِ قرآن کا فریضہ نیک نیتی سے انجام دے چنانچہ اس حد تک ہم اپنی تمام کوتاہیوں اور درماندگیوں کے باوجود اپنے اللہ کے حضور سرخرو ہیں کہ ہم نے نہایت ہی قلیل سی مدت میں اس نمبر کو مفید و مؤثر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اب آگے اللہ جل شانہٗ کا کام ہے کہ وہ اس سعی کو مشکور فرمائے اور ہماری پیش کش کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔

یہاں اس مرحلہ پر یہ وضاحت بھی بے محل نہ ہوگی کہ خدام الدین کا اصل مقصد ہی چونکہ کتاب و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا اور دینِ حق کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دینا ہے اس لئے اس کا ہر شمارہ درحقیقت قرآن ہی کی صدائے بازگشت ہوتا ہے چنانچہ جو مضامین یہاں رہ گئے ہیں۔ وہ وقتاً فوقتاً بیان ہوتے رہیں گے۔

قرآن عزیز کے متعلق کافی ضروری معلومات صفحات کی تنگ دامانی کے باوجود زیر نظر شمارہ میں جمع ہوگئی ہیں۔ اور اگر قارئین کرام نے پوری طرح استفادہ کرنے کی کوشش فرمائی تو وہ ان کے لئے کافی وافی اور شافی ہوں گی۔

آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اس کے ذریعہ قرآن مجید سے کماحقہٗ مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یومِ عید

قاری عبدالمجید بھاکری

عید کا دن مسرت و شادمانی کا دن ہے، فرحت و سرور کا دن ہے۔ گناہوں کی معافی کا دن ہے۔ رمضان المبارک کے اہم فرض سے سبکدوش ہونے کا دن ہے۔ قرآن عزیز کو سننے اور سمجھنے کے بعد عمل کی آرزو کرنے کا دن ہے۔ رب کریم کی طرف سے نزول رحمت کا دن ہے۔ لیکن کن کے لئے؟ اُمتِ مسلمہ کے اُن افراد کے لئے جنہوں نے ایک روحانی مجاہدے کی تکمیل کی۔ دنیا اور دنیا کی خواہشات پر قابو پا کر اللہ وحدہٗ لاشریک سے لو لگائی۔ اپنے خالق و پروردگار کے حکم کی تعمیل میں نفس کی عزیز سے عزیز خواہش کو چھوڑا۔ تقویٰ، شکرگزاری اور رُشد کو شعار بنایا۔ روح کا تزکیہ کیا۔ نفس کو اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ سے مزیّن اور آراستہ کیا۔ نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت کی۔ نفس کو خدا و رسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری، صبر و توکل، تسلیم و رضا، شکر و قناعت، احساس فرض، یقین محکم عمل پیہم، تحمل و بردباری، تقویٰ و پرہیزگاری

(باقی صـ۲۴ـ پر)

نمازِ عیدالفطر

جماعت کے فیصلے کے مطابق اس مرتبہ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی (دباغ پردہ) بیرون شیرانوالہ گیٹ میں نماز عید ٹھیک ۸½ بجے صبح پڑھائیں گے۔ جمعۃ الوداع بھی حسب معمول اسی جگہ پڑھایا جائے گا۔ تقریر ۱۲½ بجے شروع ہوگی خطبہ ۱½ بجے شروع ہوگا۔

(شیخ عبدالحمید ناظم مسجد)

خطبہ جمعہ ۲۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۳ھ ۱۴ فروری سنہ ۱۹۶۴ء

کتاب واحد کا مصداق فقط قرآن عزیز ہے

اس کی حفاظت کا ذمہ خود خداوند قدوس نے لے رکھا ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بے شک اس کے نگہبان ہیں۔

حاشیہ شیخ الاسلام مرحوم

اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں۔ اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جس شان اور بیہات سے وہ اترا ہے۔ بدوں ایک شوشہ یا زیر زبر کی تبدیلی کے چاردانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا۔ اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ و مصئون رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے۔ زبان کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں پر قرآن کے صدری و معنوی اعجاز میں اصلا ضعف و انحطاط محسوس نہ ہوگا۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا گم کر دینے میں ساعی ہوں گی لیکن اس کے ایک نقطہ کو گم نہ کر سکیں گی۔ حفاظتِ قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے۔ میور کہتا ہے "جہاں تک ہماری معلومات ہیں۔ دنیا میں ایک بھی کتاب ایسی نہیں جو قرآن کی طرح ۱۲ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو" ایک اور یوروپین محقق لکھتا ہے "ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں" یہ واقعات بتلاتے ہیں۔ کہ ہر زمانے میں ایک جمِ غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا کیا جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرز ادا کی، حافظوں نے اس کے الفاظ و عبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہو سکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لیے، کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جا سکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظِ قرآن کی موجودہ نہ رہی ہو۔ خیال کرو آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے۔ وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پر ہے کس طرح فر فر سنا دیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں ایک بڑے با وجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فروگزاشت ہو جائے۔ تو ایک بچہ اُسے ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے اُسے للکارتے ہیں۔ ممکن نہیں۔ کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں حفظِ قرآن کے متعلق یہی اہتمام و اعتناء عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی کی طرف "وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" فرما کر اُس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

وعدہ الٰہی کی وقعت

بزرگانِ محترم! مذکورہ بالا آیت میں وعدۂ الٰہی کی وقعت اور حفاظتِ قرآنی کی عظمت درحقیقت اُسی وقت سمجھ میں آسکتی ہے۔ جب قرآن عزیز سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں اور آسمانی صحائف کا تھوڑا سا حال انسان کو معلوم ہو جائے۔

قرآن عزیز میں عام طور پر تین الہامی کتابوں توراۃ، زاور اور انجیل کا ذکر کیا گیا ہے۔ توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی زبور کے مخاطب حضرت داؤد علیہ السلام تھے اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی تھی ان رسولوں کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم السلام پر بھی نزولِ وحی کا سلسلہ جاری رہا اور وحی کے الفاظ صحیفوں کی صورت میں منضبط ہوتے رہے۔ ہندوستان میں وید کے آکاس بانی ..... یا الہامی ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اس وقت کوئی کتاب قرآن کے مقابلے میں کتاب کہلوانے کی بھی مستحق نہیں۔ چنانچہ خداوند قدوس قرآن عزیز کا پہلا تعارف کراتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں۔ یعنی یہ کتاب محض زبانی یادداشتوں یا روایتوں کا مجموعہ نہیں بلکہ باضابطہ و مستند نوشتہ اور ایک صحیفۂ مکتوب ہے۔ خود کتاب کے لفظی معنی نوشتہ اور لکھی ہوئی چیز کے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پیش کرنے والا ابتدا ہی سے اس کو نوشتہ اور مکتوبہ شکل ہی میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ اس اندازِ بیان سے بتانا یہ مقصود ہے کہ قرآن عزیز ضبطِ تحریر میں آیا ہوا، ایک کتابی شکل میں صحیفۂ آسمانی ہے۔ وہ دوسرے مذہبوں کی الہامی کتب کی طرح نہیں کہ صاحبِ مذہب کے دماغ میں اُن کے صرف معانی و مطالب ہوں اور کوئی راوی ان سے کوئی ٹکڑا نقل کر دے۔ اور کوئی کچھ اور یہاں تک کے صدیوں بعد جب تک ان کے جمع کرنے اور لکھنے کی نوبت آئے تو الفاظ کے ساتھ اُن کے مفہوم و معنی بھی بدل جائیں اور اُن کی صورت قطعی طور پر مسخ ہو کر رہ جائے پھر بھلا وہ بھی کوئی کتاب ہے کہ نام تو ایک الہامی کتاب کا ہو لیکن اُس کی ترتیب و تدوین میں کئی قلم اور انسانی دماغ شریک ہو جائیں یہ دعویٰ صرف قرآن عزیز کا ہے کہ اس کے الفاظ ہی نہیں بلکہ معنی بھی محفوظ و منضبط ہیں۔ توراۃ، انجیل، زبور، وید کسی کا بھی یہ دعوےٰ نہیں کہ وہ لفظ بہ لفظ، حرف بحرف نازل شدہ کتاب ہے اور نہ اُن کے پیرو ہی انہیں اس حیثیت سے پیش کرنے کی جرات کر سکتے

ہیں۔ زمخشری معتزلی نے اسی لئے کہا تھا۔ "کتاب تو بس یہی ایک کتاب کامل ہے اور اس کے سامنے کتابیں جتنی بھی لائی جائیں گی سب ناقص ہی ہوں گی" غرض "الکتاب" میں غور کرنے سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ کتاب واحد کا مصداق فقط یہی کتاب قرآن مجید فرقان حمید ہے۔

دوسری الہامی کتابوں کی حقیقت

بائیبل۔ ایک مجموعہ مقدس ہے۔ جو عہد عتیق کی ان ۴۹ کتابوں اور صحائف پر مشتمل ہے جو حضرت عیسیٰؑ سے ماقبل نازل ہوئے ان کے علاوہ عہد جدید کی ۲۷ کتابیں بھی اس میں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مابعد میں بذریعہ الہام لکھی گئی تھیں۔ ان کتابوں کو یہودی ہی نہیں عیسائی اور مسلمان بھی مقدس سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کا کیا علاج ہے۔ کہ ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی نہیں جو تحریف کے عمل سے بری ہو۔ بہت سی کتابیں ان میں ایسی ہیں کہ جنہیں ہم ہی نہیں (کیونکہ ہم تو غیر ہوئے) عیسائی بھی صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ چارلس نے صاف طور پر لکھا ہے "آٹھویں صدی عیسوی سے پیشتر جب کہ روئی اور ریشم سے کاغذ تیار ہونا شروع ہوا ہے کتابیں لوہے یا ہڈی کی سلائی سے لکڑی، پتھر وغیرہ کی تختیوں یا پتیوں اور چھالوں پر لکھی جاتی تھیں اور ایک ہی جانب لکھی جاتی تھیں۔ ان کے رکھنے کے لئے بہت بڑی جگہ درکار ہوتی تھی۔ جس سے سخت دشواری پیش آتی اس لئے ان کی حفاظت ایک مشکل کام اور تحریف ہو جانا آسان تھا۔ پھر چاروں طرف ملحدین پھیلے ہوئے تھے۔ لہٰذا ان میں تغیر و تبدل واقع ہو گیا اور ان میں اس کی گنجائش بھی بہت تھی"

بعد میں بخت نصر نے عہد عتیق کی کتابیں ڈھونڈھ کر ضائع کرا دیں اور یہودیوں کو تہ و بالا کر ڈالا جس سے رہا سہا سرمایہ بھی تلف اور تباہ و برباد ہو گیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام اگر پیدا ہو کر ان نسخوں کو نہ لکھواتے تو دنیا میں ان کا نام و نشان بھی نہ ہوتا اور نہ ان کا نام کہیں سنائی دیتا۔ ۱۶۸ء میں انٹیوکس نے حملہ آور ہو کر بیت المقدس کو تباہ کر دیا اور اس نے عہد عتیق کے نسخوں کو جلانے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ یہ حکم دے دیا کہ جس کے گھر سے کوئی نسخہ نکل آئے یا وہ مذہبی رسوم ادا کرتا ہوا پایا جائے تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس طرح عزیر علیہ السلام کے نسخوں کی نقول بھی..... انٹیوکس کے ہاتھوں برباد ہو گئیں۔ اور ان کتابوں کی اس وقت تک کوئی سند نہ تھی جب تک کہ مسیحؑ اور ان کے حواریوں نے شہادت نہیں دی

یہ تھی توراۃ، زبور اور دیگر صحف عہد عتیق کی کہانی کہ اصل کتابیں برباد ہو گئیں اور اب جو کچھ ہے وہ سنی سنائی اور خود اضافہ کردہ محرف چیز ہے

انجیل

اب انجیل کی سرگزشت سنئے! انجیل کے نام سے عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور ہیں یعنی انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا انجیل متی عبرانی زبان میں ہے۔ لیکن اس کے عبرانی نسخہ کا وجود دنیا سے قطعی ناپید ہے اس کا ایک یونانی ترجمہ ملتا ہے۔ لیکن کوئی بتا نہیں سکتا کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا اور کس شخص نے کیا؟ لوقا کے متعلق انجیل کے ایک شارح لارڈنر صاحب لکھتے ہیں

"جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے اُن میں جھوٹی روائتیں بھی شامل ہو گئی ہیں۔ اور اُس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا ہے اور اس زمانے میں سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے"۔

اب ظاہر ہے جس کتاب میں سچ سے جھوٹ کا تمیز کرنا بھی مشکل ہو جائے وہ کہاں تک محفوظ کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہے اور اُس پر کس حد تک اعتبار کیا جا سکتا ہے پھر انجیل لوقا اور انجیل مرقس کے مضامین میں بے حد اختلاف ہے اور ان کے متعلق یہاں تک کہا جا چکا ہے کہ یہ غلطی سے حواریوں کی طرف منسوب ہو گئی ہیں۔ یوحنا کی انجیل سنہ کے اعتبار سے سب سے آخری ہے۔ یہ انجیل بھی عبرانی میں نہیں بلکہ یونانی زبان میں ہی لکھی گئی ہے یوحنا مسیح علیہ السلام کا شاگرد تھا لیکن اس کی تصنیف میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا بہت اثر شامل تھا۔ علاوہ ازیں خود عیسائیوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ چاروں انجیلوں میں سے کوئی انجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں بلکہ یہ کتابیں انہیں کی تصنیف ہیں جن کے نام سے یہ منسوب ہیں۔ اب ان کتابوں کا تقدس قائم رکھنے کے لیے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ ان کتابوں کو متی، لوقا، مرقس اور یوحنا نے روح القدس کی مدد اور یاوری سے لکھا تھا حالانکہ یہ قطعی بودی اور خلاف واقعہ بات ہے کیونکہ اگر یہ کتابیں روح القدس کی مدد اور یاوری سے تحریر کی جاتیں تو پھر ان میں تناقض اور تضاد نہ ہوتا۔ مگر پادری فرنچ کا کہنا ہے کہ ان انجیلوں کی چار پانچ آیتوں میں تحریف بھی ہوئی ہے اور ان میں چھوٹی موٹی تیس ہزار غلطیاں موجود ہیں پادری موصوف کے علاوہ ڈاکٹر مل نے بھی اناجیل کا مقابلہ کر کے تیس ہزار اختلافات پر نشانات دیے تھے۔ گویا دوسرے لفظوں میں اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ اناجیل مکمل طور پر تحریف کا شکار ہو چکی ہیں

غور فرمایئے! چاروں انجیلوں کا مجموعہ ایک سو صفحے سے زیادہ نہیں اور ایک سو صفحے کی تحریر میں تیس ہزار غلطیاں یا اختلافات ہیں۔ کیا یہ کھلی ہوئی دلیل نہیں اس بات کی کہ یہ کتابیں محرف ہیں؟ ان کی اصل عبارتیں دستبرد زمانہ و حوادث کے ہاتھوں محو ہو چکی ہیں؟ اور قرآن عزیز کا اعلان

یحرفون الکلم عن مواضعہ

اپنی جگہ امٹ اور حقیقت ثابتہ ہے۔

بزرگان محترم!

ان کتابوں کا وجود بار بار تباہ ہونے کے باعث معدوم ہو چکا تھا۔ صرف ان کے کچھ کچھ حصے دماغوں اور سینوں میں محفوظ رہ گئے تھے جو یادداشتوں کی صورت میں بعد کو مرتب کئے گئے۔ غرض مند علماء موقعہ بہ موقعہ ان میں ردّ و بدل کرتے رہے۔ جیسا وقت دیکھا ویسا تغیر کر لیا۔ نتیجتاً ان کی شکل ہی مسخ ہو گئی اور انہیں اصل سے دور کا بھی سروکار نہ رہا چنانچہ اب یہی محرف اور مسخ شدہ کتابیں بائیبل، تورات اور انجیل وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں

وید

ہندوستان میں ویدوں کو الہامی خیال کیا جاتا ہے اور وید کی عزت آریہ اور سناتن دھرمی دونوں تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان کے الہامی ہونے کی نہ کوئی سند ہے اور نہ ثبوت۔ یہ بھی پتہ نہیں چل سکتا کہ ہندوستان میں وہ کون سا نبی تھا جس پر وید نازل ہوئے اور نہ وید خود بھی اس امر کی کوئی نشاندہی کرتے ہیں بعضوں نے انہیں بیاس جی کی تصنیف لکھا ہے بعضوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ویدوں کے منتروں کے آخر میں جن رشیوں کے نام آتے ہیں۔ یہ ان ہی کی تصنیف ہیں۔ کلکتہ کالج میں سنسکرت کے ایک ہندو پروفیسر تحقیق کے مطابق رگ وید کے حصے اس ملک کے شاعروں اور رشیوں کے تصنیف کردہ ہیں۔ یہی حال اتھرو وید کا ہے وہ کسی برہمن کی بنائی ہوئی بتائی جاتی ہے

اور کہا جاتا ہے۔ کہ بعد میں ویدوں کے ساتھ شامل ہوگئی۔ جوگ بشٹ میں لکھا ہے۔ کہ کل ویدوں کا یہی حال ہے اور ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو تغیر وتبدل اور کمی بیشی سے خالی ہو پھر ویدوں میں غور کیا جائے۔ تو جگہ جگہ شرک، قمار بازی اور نفسانی جذبات کا ذکر ہی نہیں ملے گا بلکہ بعض بیانات تہذیب سے بھی عارضی نگاہوں کے سامنے آئیں گے۔

غرض جس کتاب کے نہ نزول کا سند معلوم ہو، نہ اس کے مضامین توحید سے لبریز ہوں اور نہ یہ معلوم ہو کہ یہ کس پر نازل ہوئی۔ اس کا الہامی ہونا کیونکہ قرینِ عقل ہو سکتا ہے؟ ان کو الہامی کہنا محض خوش عقیدگی کی بات نظر آتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

مزید براں ان تمام مزعومہ آسمانی کتابوں کے ماننے والے تو لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں و اربوں کی تعداد میں ملیں گے۔ مگر ان میں سے کوئی بھی ایسا نظر نہ آئے گا جسے اپنے مذہب کی کتاب تمام وکمال حفظ ہو یا وہ اس کے تدریجی یا فوری نزول اور ارتقا پر کوئی روشنی ڈال سکے۔ علاوہ ازیں اس حقیقت پر بھی غور فرمائیے۔ کہ عبرانی جو تورات کی زبان تھی، خالدی یا کالدی، جو مسیح کی زبان تھی۔ اور سنسکرت قدیم جو وید کی زبان تھی۔ آج دنیا کے کسی طبقے، براعظم، ملک یا شہر میں بطور زبان بولی جاتی ہیں؟ ان کے روزمرہ بولنے والے دنیا کے کسی گوشہ میں موجود ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس حقیقت پر ایمان لے آیئے کہ قدرت نے ان زبانوں کو ناپید کرکے یہ قطعی فیصلہ صادر کردیا ہے۔ کہ اب دنیا کو اُن کتابوں کی ضرورت نہیں رہی جو اُن زبانوں میں مروج کی گئی تھیں۔

قرآن عزیز کی عظمت و حفاظت

مذکورہ بالا سطور میں قرآن عزیز کے علاوہ تمام دیگر آسمانی کتابوں کی حقیقت پر اجمالی نظر ڈالنے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ وہ سب وقتی چیزیں تھیں وقت کے ساتھ مٹ گئیں اور قدرت نے اُن کی حفاظت کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اب آسمانی کتابوں میں سے فقط قرآن رہ گیا ہے سو اُس کی پوری تاریخ منضبط ہے۔ اور اگر تاریخ نہ بھی ہو تو قرآن خود اپنے متعلق ہر سوال کا جواب دیتا ہے اور اس قدر مواد فراہم کر دیتا ہے کہ کسی تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ پھر اس کا زیر وزبر اور حرف حرف توالی و تواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہے۔ چین میں وہی قرآن پڑھا جاتا ہے جو ترکی اور مراکو میں پڑھا جاتا ہے اور امریکہ وہندوستان میں بھی اُسی قرآن کی تلاوت ہوتی ہے جس کی دلنواز صداؤں سے پاکستان کی فضائیں اور افریقہ کے صحرا گونجتے ہیں بلاشبہ اسلام تیزی سے دنیا میں پھیلا اور بے شمار فرقوں میں بٹ گیا مگر ہر ملک اور فرقے کے پاس بلا کسی اختلاف کے قرآن فقط ایک ہی چلا آتا ہے اور اس کے حفاظ ہر جگہ کثیر تعداد میں موجود ہیں۔

یہ نتیجہ ہے اس اعلان الٰہی اور وعدۂ ربانی کا کہ ہم ہی نے اس کتاب کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ضامن ہیں اور

انا علینا جمعہ وقرانہ

اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔

علامہ قاضی سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں "اگر حفاظت الٰہی خود کار فرما نہ ہوتی تو ایک ایسی کتاب میں ہزاروں غلطیوں کا ہوجانا نہ صرف ممکن بلکہ ضروری تھا۔ جس کا پیش کرنے والا وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ سے مخاطب ہو (یعنی آپ تو اپنے داہنے ہاتھ سے خط کھینچنا بھی نہیں جانتے)"

بہرکیف یہ وعدہ ہائے ربانی جس شکوہ اور عظمت کے ساتھ پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں دنیا آنکھوں سے دیکھ رہی ہے اور تاریخ اس پر گواہ ہے کہیں زیر و زبر کا فرق بھی نظر نہیں آتا۔ یہ کتابِ مقدس جس طرح مکہ کے دُرِیتیم اور ایک بیوہ ماں کے چشم وچراغ کے قلبِ اطہر پر نازل ہوئی تھی بعینہٖ انہی الفاظ میں اب بھی اوراق پر اور لاکھوں سینوں میں محفوظ ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آسمان والے کو اپنی اس آخری کتاب کی حفاظت مقصود تھی اور نوع انسانی کی ہدایت کے لئے اس کو قیامت تک باقی رکھنا مطلوب تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کو حرز جان بنانے اس کی تلاوت کرنے، اس پر عمل کرنے اور اسے علماً اور عملاً دوسروں تک پہنچانے کی سعادت تازیست عطا فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ

چندہ ختم ہونے پر ان خریداران صاحبان کو مطلع کیا گیا ہے جلد چندہ بھیج دیں نیز خریداری نمبر کا حوالہ بھی لکھیں۔
احقر شیخ عبدالحمید
انچارج خریداران

قرآن حکیم اور علامہ اقبالؒ

نیاز جالندھری

علامہ اقبالؒ دورِ حاضرہ کے بڑے مفکر، مدبر، معلم، سیاستدان، شاعر، عالم، اور مومن مسلمان تھے۔ وہ ایک کشمیری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والدین نیک اور صالح تھے ان کے والد شیخ نور محمد ایک صوفی منش بزرگ تھے وہ اپنی نیک طینت والدہ ماجدہ سے بھی بے حد متاثر ہوئے تھے۔ ان کی والدہ کی رحلت پر اکبر الہ آبادی کے اشعار اس امر کے شاہد ہیں۔

حضرت اقبالؒ میں جو خوبیاں پیدا ہوئیں
قوم کی نظریں جو ان کی طرز کی شیدا ہوئیں
یہ حق آگاہی، یہ خوش گوئی، یہ ذوق معرفت
یہ طریق راستی، خود داریٔ بے تمکنت!
اس کے شاہد ہیں کہ ان کے والدین ابرار تھے
باخدا تھے، اہل دل تھے، صاحب اسرار تھے
جلوہ گر ان میں انہیں کا ہے یہ فیض تربیت
ہے ثمر اس باغ کا یہ طبع عالی منزلت

اقبال کے والد بزرگوار نے اپنے فرزند کو نصیحت کی تھی کہ "قرآن حکیم کو اس طریقے سے پڑھو کہ جیسے یہ الہامی کتاب تم پر نازل ہوئی ہے" چنانچہ علامہ اقبالؒ کا تادم زیست یہی طریقہ رہا نتیجتاً قرآن کریم کے اسرار و رموز ان پر منکشف ہوئے۔ قرآن پڑھتے وقت ان پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور اس مقدس کتاب کے اوراق ان کے آنسوؤں سے تر ہو جاتے تھے جنہیں بعد میں ان کا وفادار ملازم خدا بخش مرحوم دھوپ میں رکھ کر خشک کرتا تھا

شیخ صاحب کے والد مولانا روم کی مثنوی کے بے حد دلدادہ تھے۔ اقبالؒ اپنے والد کی زبان مبارک سے مثنوی کے اشعار سنا کرتے تھے مولانا کی مثنوی کے متعلق یہ شعر زبان زد عالم ہے

مثنویٔ مولویٔ معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

مزید براں اقبالؒ نے بڑے بڑے کامل اساتذہ کی زیر نگرانی اردو، عربی اور فارسی میں ید طولیٰ حاصل کیا۔ جس سے قرآن حکیم اور مثنوی کا مطالعہ ان کے لئے آسان ہوگیا۔ لہٰذا وہ قرآن مجید کے اور بھی شیدائی ہو گئے اور اس سے ان کے دل میں عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاں گزیں ہوگیا۔ اگرچہ انہوں نے عربی میں اشعار نہیں لکھے۔ مگر فرماتے ہیں ؎

عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا لَے تو حجازی ہے مری

اقبال وطن سے فارغ التعلیم ہو کر سنہ ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ روانہ ہوتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

چلی ہے لے کے وطن کے نگار خانے سے
شراب علم کی لذت کشاں کشاں مجھ کو

اور وہاں کے اہل کمال مثلاً شوپن ہار، نیٹشے، کارل مارکس، گوئٹے، ہیگل، برگسان، لاک، کانٹ، ملٹن، ڈینٹے، میکٹیگرٹ، براؤن، لائب نیز، فشے، وارڈ اور میکڈوگل کے مطالعہ سے وہ مستفید ہوتے۔ اور ان کو وسیع النظری بھی حاصل ہوئی۔ مگر قرآن حکیم اور مثنوی کے مطالعہ سے اسلامی خیالات ان کے دل پر تا دم آخر کالنقش فی الحجر رہے۔ اگرچہ انہوں نے اپنی تحریر کے قرطاس کو یورپ کے زنگار رنگ نقش و نگار سے مرصع کیا۔ مگر اس کا تار و پود ہمیشہ اسلامی رہا۔۔ تادم زیست وہ پیر رومی کے زیر اثر رہے یا بہ الفاظ دیگر وہ قرآن حکیم کی تعلیم کے پیرو رہے۔ خود فرماتے ہیں ؎

پیر رومی خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

وہ دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ اگر تمہیں کوئی راہبر نہیں ملا تو مولانا روم کو ہی اپنا رفیق راہ بنا لو ؎

گر نیابی صحبت مرد خبیر
از اب وجد آنچہ من دارم بگیر
پیر رومی را رفیق راہ ساز
تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

بزرگوں سے بے تعلقی کو ہی وہ مسلمانوں کی زبوں حالی کا سبب بتاتے ہیں ؎

گسستہ تار ہے تیری خودی کا ساز ابتک
کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز ابتک

اقبالؒ ان کی پیروی کی اس لیے تاکید کرتے ہیں کیونکہ مولانا روم قرآنی تعلیم دیتے ہیں۔ اسرار فقر سکھاتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائی بناتے ہیں ؎

نور قرآں درمیان سینہ اش
جام جم شرمندۂ آئینہ اش
نے آں نے نواز پاکبازے
مرا از عشق و مستی آشنا کرد

اقبالؒ دوسری جگہ بھی اسی خیال کا اظہار فرماتے ہیں ؎

علاج آتش رومی کے سوز میں ہے تیرا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں
اس کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن
اسی کے فیض سے میرے سبو میں ہے جیحوں

اقبالؒ نے ہفت افلاک کی سیر میں بھی مولانا روم کو ہی اپنا رہنما بنایا ہے۔ اور اس عصر میں بھی انہیں کی پیروی کرنے کی ہدایت کی ہے ؎

ہم خوگر محسوس ہیں ساحل کے خریدار
اک بحر پر آشوب و پر اسرار ہے رومی
تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال
جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی
اس عصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی پیغام
کہتے ہیں چراغ رہ احرار ہے رومی

پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں۔ "اقبالؒ کو سمجھنے کے لئے پہلے قرآن حکیم اور مثنوی کی بنیادی تعلیمات اور تصورات سے آگاہی حاصل کرنی چاہیئے۔" اقبالؒ خود بھی فرماتے ہیں۔ "میرے آقا! اگر میری مثنویوں میں بلکہ میرے سارے کلام میں قرآن حکیم کے علاوہ اور کچھ ہے یعنی اگر میں نے مسلمانوں کو کسی غیر قرآنی عقیدہ کی دعوت دی ہے تو آپ اس جرم کی پاداش میں قیامت کے دن مجھے ساری مخلوق کے سامنے ذلیل و رسوا کر دیجئے ؎

گر دلم آئینہ بے جوہر است
ور بحرفم غیر قرآں مضمر است
پردۂ ناموس فکرم چاک کن
ایں خیاباں را ز خارم پاک کن
تنگ کن رخت حیات اندر برم
اہل ملت را نگہدار از شرم
خشک گرداں بادہ از انگور من
زہر ریز اندر مے کافور من
روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

اقبال فہمی کے لئے قرآن حکیم اور مثنوی مولانا روم کو بار بار پڑھا جائے۔ اور انہیں کی روشنی میں اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ اقبال نے اپنے فلسفہ اور افکار کے لئے قرآن حکیم کو ہی بنیاد بنایا ہے۔

؎

گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام
شرحِ رمزِ صبغۃ اللہ گفتہ ام

آئیے دیکھیں کہ قرآن حکیم کے متعلق خود خود علامہ اقبال کیا فرماتے ہیں ؎

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

قرآنِ کریم ایک زندۂ جاوید الہامی کتاب ہے۔ اس کی حکمت کی باتیں دائم اور قدیم ہیں اگر تمام مذاہب کی کتابیں دریابُرد کر دی جائیں تو سوائے قرآن مجید کے سب کتب نیست و نابود ہو جائیں۔ مگر یہ صحیفہ لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ خداوندِ کریم نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے ؎

چوں مسلماناں اگر داری جگر
در ضمیرِ خویش و در قرآں نگر
صد جہانِ تازہ در آیاتِ اوست
عصرہا پیچیدہ در آناتِ اوست
یک جہانش عصرِ حاضر را بس است
گیر اگر در سینہ دلِ معنی رس است
بندۂ مومن از آیاتِ خدا ست
ہر جہاں اندر برِ او چوں قبا ست
چوں کہن گردد جہانے در برش
می دہد قرآں جہانے دیگرش

قرآنِ حکیم کا یہ معجزہ ہے کہ ہر بشر اپنے ظرف کے مطابق اس سے مستفید ہوتا ہے۔ اور اپنی علمی وسعت کے مطابق اس سے فیض حاصل کرتا ہے۔ وہ ہر زمانے اور ہر قرن کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اس میں تہ در تہ ہر قسم کے لولو اور انواع و اقسام کے جواہر ریزے ہیں۔ جن کو حاصل کرنا غواص کی ہمت اور استعداد پر منحصر ہے۔ دوسری مقدس کتابوں میں لوگوں نے زمانے کی ضروریات کے مطابق تبدیلیاں کیں۔ مگر قرآنِ حکیم کی زیر، زبر اور پیش تک بھی صدیوں سے وہی ہیں۔ قرآن کریم مومن اور متقی لوگوں کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے اور بنی نوع انسان کے لئے زندگی کا قانون اور لائحہ عمل مہیا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اقبال نے بھی قرآن حکیم کو اپنے افکار کا منبع بنایا۔ فرماتے ہیں ؎

در حضورِ آں مسلمانِ کریم
ہدیہ آوردم ز قرآنِ عظیم
گفتم ایں سرمایۂ اہلِ حق است
در ضمیرِ او حیاتِ مطلق است
اندرو ہر ابتدا را انتہا است
حیدرؓ از نیروئے او خیبر کشا است

غیرِ قرآں غمگسارِ من نہ بود
قوتش ہر باب را بر من کشود

"مسافر" میں ظاہر شاہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآنِ حکیم انسان کے لئے آبِ حیات ہے۔ اس سے ہر دو جہاں کی نعمتیں میسّر ہوتی ہیں۔ اور خوفِ خدا کے سوا انسان کے دل میں اور کوئی خوف نہیں ہونا چاہیئے ؎

صد جہاں باقی است در قرآں ہنوز
اندر آیاتش یکے خود را بسوز
برخور از قرآں اگر خواہی ثبات
در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات
می دہد ما را پیامِ لَا تَخَفْ
می رساند بر مقامِ لَا تَخَفْ

قرآن کے پڑھنے سے انسان کے دل میں تقویت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ قرآنی فقر سے استغنا پاتا ہے۔ ذکر اور فکر سے فقر میسّر ہوتا ہے ؎

جز قرآں ضیغمی روباہی است
فقرِ قرآں اصلِ شاہنشاہی است
فقرِ قرآں اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بذکر

قرآن سرمایہ داروں کے لئے موت کا پیغام ہے اور بے سروساماں لوگوں کے لئے سرمایۂ حیات ہے ؎

چیست قرآں؟ خواجہ را پیغامِ مرگ
دستگیرِ بندۂ بے ساز و برگ

قرآن نے یہودیوں کی امارت اور عیسائیوں کی رہبانیت کو توڑا ؎

نقشِ قرآں تا دریں عالم نشست
نقشہائے کاہن و پاپا شکست

اور مسلمانوں کو تاکید کی کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد باقی سرمایہ دوسروں کو دو۔ لہٰذا زکوٰۃ فرض ہوئی اور خیرات احسن قرار دی گئی ؎

با مسلماں گفت جاں بر کف بنہ
ہر چہ از حاجت فزوں داری بدہ

اس طرح سے قرآنِ حکیم کی پیروی کرنے والوں کی زندگیاں اس نسخۂ کیمیا سے بدل گئیں اور مشرق و مغرب کی تقدیریں پلٹ گئیں ؎

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود
مثلِ حق پنہاں و ہم پیدا ست ایں
زندہ و پایندہ و گویا ست ایں
اندرو تقدیرہائے غرب و شرق
سرعتِ اندیشہ پیدا کن چو برق

اہلِ جہاں کو نئی شرع اور نیا آئین دیا اور آیاتِ قرآنی پر غور کرنے کی ہدایت کی۔ تاکہ وہ زندگی سے آگاہ ہوں۔ اور تقدیرِ حیات سے واقف ہوں ؎

آفریدی شرع و آئینِ دگر
اندکے با نورِ قرآنش نگر
از بم و زیرِ حیات آگہ شوی
ہم ز تقدیرِ حیات آگہ شوی
منزل و مقصود قرآں دیگر است
رسم و آئینِ مسلماں دیگر است

مسلمان خواتین کو خطاب کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ کی بہن قرأت نے حضرت عمرؓ کی تقدیر کو بدل دیا ؎

ز شامِ ما بروں آور سحر را
بہ قرآں باز خواں اہلِ نظر را
تو می دانی کہ سوزِ قرأتِ تو
دگرگوں کرد تقدیرِ عمرؓ را

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ تمہارے بزرگ جہاں میں معزّز تھے اور تم قرآن کو چھوڑ کر دنیا بھر میں ذلیل ہوئے ؎

وہ معزّز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اقبال کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات کی تاویلیں نہ نکالو۔ اس سے زندہ قومیں فساد اور فتنہ سے مر جاتی ہیں ؎

زندہ قومے بود از تاویل مُرد
آتشِ او در ضمیرِ او فسرد

مگر مسلمان ہیں کہ الفاظ کے مختلف معانی نکالتے ہیں۔ آیات کی قسم قسم کی تاویلیں گھڑتے ہیں اور اس سے مختلف فریقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ؎

ز تاویلِ شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفٰےؐ را

اسی پر اکبر الہ آبادی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا خدا ایک، ایک رسولؐ، ایک قرآن اور ایک قبلہ پھر ان میں تفریق دوامی ان کی بدنصیبی کی علامت ہے ؎

ایک قرآں، ایک قبلہ، ایک اللہ، ایک رسول
بدنصیبی ہے کہ تفریقِ دوامی ہو گئی

اس پر اقبال فرماتے ہیں ؎

بہ بندِ صوفی و مُلّا اسیری
حیات از حکمتِ قرآں نگیری

اور قرآن سے کیا کام لیتے ہیں ؎

بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسینِ او آساں بمیری

"جاوید نامہ" میں شرف النساء جو کہ پنجاب

(باقی صـ ۲۵ پر)

عظمتُ القرآن

مخدوم العلماء جامع شریعت و طریقت مرجع السالکین حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری نور اللہ مرقدہٗ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ ۔ الآیہ پ۴ ع۱۷

حق تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں اپنا احسان جتلایا ہے مومنین پر کہ ہم نے تم پر احسان کیا ہے تم میں سے ہم نے رسول بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے کو مومنوں پر احسان فرما رہے ہیں۔ اور یہ سب جانتے ہیں کہ احسان کسی بڑی ہی شے کا جتلایا جاتا ہے اور احسان بھی جو بہت بڑا ہو۔ حالانکہ ہم سب اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اُسی نے ہاتھ، پیر، ناک، منہ دیا ہے۔ اور یہ سب اُسی کا عطیّہ ہے لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی بڑا احسان ہے۔ وہ احسان حق تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانا ہے۔ حضورؐ کیا لے کر آئے ہیں وہ قرآن پاک ہے۔ اسی کے آگے فرماتے ہیں۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ الآیہ ۔ اللہ کی آیتیں تم کو سناتے ہیں۔ اور کتاب کی تعلیم دیتے ہیں — گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف کی تعلیم دینے کو ہی مبعوث فرمایا ہے۔

تو وہ نعمت جس کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور جس کا احسان حق تعالیٰ جتلاتے ہیں وہ یہی قرآن پاک ہے۔ جس کی نسبت حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ اگر ہم اس کو پہاڑوں پر نازل فرماتے تو وہ دب جاتے اور پھٹ جاتے۔ اور یہ اثر اس کا ہے کہ اگر قرآن پاک کو آنکھوں پر رکھو تو آنکھوں کو ٹھنڈک ہو۔ سر پر رکھو راحت ہو سینہ پر رکھو تو سرور ہو۔ جب اس میں یہ اثر ہے تو جن سینوں میں حق تعالیٰ نے اس قرآن کو رکھ دیا ہے اُن میں کیا برکت ہوگی۔ اور حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ حافظ کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جاوے گا کہ جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی۔ تو جب والدین کو جو کہ وسیلہ بنے ہیں تعلیم قرآن کے، یہ انعام ملے گا، تو حافظ کو کیا اجر ملے گا۔ اسی پر قیاس کر لیا جاوے۔ فکر کرنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے اندر بلکہ آخرت کے اندر بھی قرآنِ پاک سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ بصیرت دیں وہ خوب سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر آیت پر حافظ کا ایک درجہ بڑھایا جاتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اگرچہ دنیا میں وزیر، امیر، بادشاہ بھی ہیں۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی نعمت دی اور وہ یوں سمجھے کہ مجھ سے زیادہ دنیا میں اور کسی کو نعمت ملی ہے تو اس نے گویا قرآنِ پاک کی قدر نہیں کی۔ جو کوئی کسی نعمت کی قدر نہیں کرتا ہے اور شکریہ ادا نہیں کیا کرتا وہ رحمت نہیں رہتی بلکہ زحمت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ (پ۱۳ ع۲ ۔ سورہ ابراہیم) اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے۔ حق تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت کی قدر نہ کرنا بڑا کفرانِ نعمت ہے۔ اسی واسطے ناقدر کی نسبت حدیث شریف میں یہ مضمون آیا ہے کہ نااہل کو علم سکھلانا ایسا ہے کہ جیسے خنزیر کو موتیوں کا ہار پہنانا۔ بھلا خنزیر کی صورت پر موتیوں کا ہار کیا پھبے گا۔

اپنے خیال میں یوں آ رہا ہے کہ نااہل سے وہ لوگ مراد ہیں کہ علمِ قرآنی کی نعمت عطا فرمائی جاوے اور وہ قدر نہ سمجھیں۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک عطا فرمایا اور وہ قدر نہ کرے تو بس ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ خنزیر کی ہے حقیقت میں سوچ کے دیکھ لیجئے کہ یہ قرآن پاک کیا شے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو اس کے لانے والے ہیں اور حق تعالیٰ کا کلام ہے اس نعمت کا کوئی مول نہیں۔ اتنی بڑی نعمت پر قدردانی نہ کرنا بڑا کفرانِ نعمت ہے۔ کسی بزرگ کا شعر ہے ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

حقیقت میں یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دونوں جہان دے کر بھی سستا ہے سمجھتے بھی ہو کہ جس سینے میں قرآن شریف بھرا ہو وہ کس سینے کے مشابہ ہے؟ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینے کے مشابہ ہے۔ جس کو حق تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہو اُسے چاہئے کہ تمام دنیا سے مستغنی ہو جائے اگر وہ پانچ دس روپے آمدنی والوں کا محتاج بنا رہے تو یہ ناقدردانی ہے۔ جو کوئی اس نعمت کو لے اُس کو فقر و فاقہ پر قناعت کرنا چاہئے اس کو طالبِ دنیا نہ بننا چاہئے۔ اُس کی یہ شان ہو کہ اس نعمت کو لے کر دنیا و ما فیہا سے مستغنی ہو جائے۔ کیا اس کی یہ قیمت ہے کہ پانچ پانچ دس دس روپیہ کی تنخواہ پر اس نعمت کو بیچتا پھرے۔ اگر کوئی تمام دنیا کی سلطنت کسی کو قرآن کے بدلے میں دینا چاہئے تو قدر یہ ہے کہ وہ تھوک دے۔ اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ تم کو ٹکڑا نہ ملے۔ فقر و فاقہ کرو اور اس پر شاد رہو۔ جتنی نعمت کسی کو دی جاتی ہے اتنا ہی بوجھ اٹھانا ہوتا ہے۔ سپاہی پر بار ہوگا سپاہی کا اور وزیر پر بار ہوگا وزیر کا۔ تو جب تم کو سینہ مشابہ سینۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ملا ہے تو خدمت بھی اُتنی ہی کرنی ہوگی۔ اور خدمت یہ ہے کہ جو نعمت تم کو ملی ہے وہ دوسروں کو پہنچاؤ۔ اور اُس کی اشاعت کرو۔ دنیا کی نظروں میں شیخ، سیّد، پٹھان کو شریف سمجھتے ہیں۔ اور تیلی، جولاہے کو ذرا رذیل۔ لیکن حق تعالیٰ کے یہاں شرافت شیخ، سیّد ہونے پر نہیں ہے حضورؐ نے فرمایا ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے" دنیا کے اندر شریف وہ ہے جو قرآن سیکھنے والا اور سکھانے والا ہو۔ یہ قرآن پاک اتنی نعمت ہے کہ اُس کا سیکھنے اور سکھانے والا اللہ کے نزدیک دنیا میں سب سے بہتر اور سب سے شریف ہو جاتا ہے۔ اُس کا شکریہ یہ ہے کہ اس کو سکھاوے اور پھیلاوے سکھانے کی صورت یہ ہے کہ اُس قرآن پاک کا بدلہ دس پانچ یا پچاس تو کیا ہو سکتے دنیا اور آخرت بھی اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا اگر کوئی اس بنیاد پر سکھائے کہ یہ دس پانچ روپیہ اُس کا عوض ہے۔ تو اس سے بہتر تو یہ ہے کہ وہ بھنگی کی نوکری کر لے۔ اور پاخانہ اٹھاوے۔ آج کل اکثر طبیعتوں میں یہی ہے ہم کیوں کوشش نہ کریں۔ کہ حق تعالیٰ ہمارے قلوب سے یہ نکال دیں

اب یہ حالت ہے کہ محنت کر کے قرآن حفظ کیا ہے اور دس پانچ کی نوکری تلاش کرتے ہیں۔ بعض مُردوں پر پڑھتے ہیں یا رمضان میں سناتے ہیں۔ وہاں سے دس پانچ کا منافع ہو جاتا ہے۔ خیال کرو کہ کس درجہ کا ذلیل ہے یہ شخص۔

دنیا کی عزت اور آخرت کی عزت اس میں ہے کہ فقر و فاقہ پر قناعت کرو۔ اور اللہ کے واسطے اس کی اشاعت کرو۔ کہ کسی طرح لوگوں کو پہنچ جائے۔ دنیا اور اہل دنیا اس کے مخالف ہیں۔ یہاں تک اثر ہے کہ مقتداؤں کا یہ خیال ہے کہ کیا قرآن پڑھا کر مسجد کا مُلّا بنانا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ پانی پت میں مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں مَیں بیٹھا ہُوا تھا۔ مجھے دیکھ کر کسی نے رائے پور کا ذکر کیا۔ کہ اس طرح رائے پور میں قرآن شریف پڑھایا جاتا ہے۔ اس کو سُن کر حضرت کو مسرّت ہوئی اور حسرت کے ساتھ فرمایا کہ کبھی تو پانی پت میں یہ حالت تھی۔ لیکن جب سے یہ محلے (مدرسے) ہوئے ہیں، قرآنی تعلیم اٹھ گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مولوی عبدالسلام صاحب نے اس سلسلے کو جاری کر رکھا ہے۔

اب ہم اس زمانے میں ہیں کہ کوئی شخص بڑے لوگوں میں سے اس کا مددگار نہیں۔ غیر مذہب بھی اور اہل مذہب بھی سب کے سب مخالف نظر آتے ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ جو لوگ حدیث و فقہ پڑھ رہے ہیں وہ بڑا کام کر رہے ہیں سوچنے کی یہ بات ہے کہ اگر کوئی شخص مکان بناوے خواہ دو منزلہ چار منزلہ یا پانچ سات منزلہ کتنا ہی بلند کر جاوے۔ کیسی ہی زیب و زینت کرے شیشہ آلات وقنادیل لگاوے گو ظاہر بین کو یہ مکان اچھا معلوم ہو لیکن سوچنے والا جانتا ہے کہ اگر بنیاد قائم ہے تو سب زینت قائم ہے۔ اسی طرح جتنے علم قرآنی ہیں وہ سب قرآن پر ہی قائم ہیں۔ ان الفاظ قرآن ہی کی بدولت سارے علوم قائم ہیں۔ اگر یہ الفاظ نہ رہیں تو سارے کے سارے دیکھتے رہ جائیں۔ گو ہماری نظروں میں یہ تھوڑا کام ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ یہ الفاظ نہ رہیں۔ تو تمام علوم منہدم ہو جاویں۔ یہی وجہ ہے کہ توریت و انجیل کا پتہ نہیں۔ کیونکہ ترجمہ ہو کر اصل کا خیال نہیں رکھا گیا۔ قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ الفاظ قرآنی نہیں رہیں گے۔ یہ الفاظ قرآن بنیاد ہیں سب علوم کے۔ اس لئے شکر اس نعمت کا یہ ہے کہ تم فاقہ سے مرو لیکن اس کو پھیلاؤ۔ البتہ اگر اس نعمت کو اپنے دل کے اندر لے اور قرآن پاک کا قدردان ہو تو ہرگز کسی کی کوڑی پیسہ کی طرف توجہ نہ کرے۔ اپنی کسی حاجت کو کسی کے آگے نہیں لے جانا چاہئے اپنی نیّت کو درست کرلو کہ محض اللہ کی رضا اُس کی قیمت ہے۔ اسی واسطے جنت کے اندر جنتیوں کو جب سب نعمتیں مل جاویں گی اور جو جی چاہے گا سب مہیّا ہو جائے گا اس وقت سوال ہوگا کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیان کرو۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ دس روپیہ کی آمدنی والا بیس روپیہ کو اور ہزار والا دو ہزار کو زیادہ سمجھتا ہے۔ سب کے سب یہ کہیں گے کہ خداوندا ہم کو سب کچھ عطا فرمایا۔ اب اس سے زیادہ اور کیا نعمت ہو گی۔ اس پر حکم ہوگا کہ ہم تم سے راضی ہو گئے اب کبھی ناراض نہ ہوں گے۔ اس حکم کو سُن کر اہل جنت کی حالت ہی اور ہو جائے گی اور اُن کو ایسی خوشی ہو گی کہ پہلی نعمتوں کو ہیچ سمجھیں گے۔ سو اس نعمتِ قرآن کا بدلہ سو دو سو روپیہ نہیں ہے۔ اس کا بدلہ اگر ہے تو رضائے حق تعالےٰ ہے۔ قرآن کا پھیلانا، تعلیم کا پھیلانا اسی امید پر ہو کہ اللہ راضی ہو جاوے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اگر بھوک کی وجہ سے مرنا ہوتا تو بادشاہ نہ مرتے فقر و فاقہ کی وجہ سے نہ امیر مرتے ہیں نہ فقیر مرتے ہیں۔ وقت پر سب کی موت ہوتی ہے یہاں کی حالت یہ ہے کہ راحت و تکلیف سب فانی ہیں۔ مرنا اپنے وقت پر ہوتا ہے نہ بادشاہ کو اس کی سلطنت کار آمد ہو سکتی ہے اور نہ فقیر کو اس کا فاقہ۔ البتہ ایک فرق ہے جس نے فقر و فاقہ کی تکلیف کو اٹھایا اور قرآن پاک کی تعلیم کو پھیلایا اُس کے لئے سب نعمتیں موجود ہیں۔ تکلیف تو سب مٹ جاتی ہے اور ہمیشہ کے لئے نعمت اور سلطنت مل جاتی ہے۔

اب یہ حالت ہے۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے واسطے پڑھاتے ہیں اور پانچ روپیہ میں گزارہ کر سکتے ہیں جہاں دوسرے نے سات روپیہ کی امید دلائی فوراً چھوڑ بھاگے اور دو روپیہ کی خاطر اتنا بھی نہیں ہوتا کہ اتنے دنوں میں یہ کام چلا ہے اب اس کا یہ برا انجام ہو گا۔ بئس العبد عبد الدنیا والدرھم (روپیہ پیسہ کا بندہ بھی کس قدر بُرا بندہ ہے) البتہ اگر کوئی اور امر دینی حارج ہو تو خیر مضائقہ نہیں ہے۔ کام تو اللہ کے واسطے کریں اور اُس کی رضامندی کے واسطے۔

اب اللہ تعالےٰ اگر بندوں کے ذریعہ روزی پہنچا دیں تو یہ اُس کا انعام ہے اس کو تنخواہ نہ سمجھو۔ جیسے مجاہد اللہ کے واسطے جان دیتا ہے اور شہید ہوتا ہے۔ لیکن اگر غنیمت کی ہوس میں جہاد کرتا ہے تو شہادت نہیں ہوتی۔ اس لئے اخلاص کو قلوب میں جما لیں اور جو بندہ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور قلب کو اس طرف لگا لیتا ہے پھر وہ کیوں کر نا اُمید ہو سکتا ہے۔ اخلاص ہونا ضروری ہے۔ بلا اس اخلاص کے وہی مثال ہے جیسا کہ خنزیر اور موتیوں کے ہار کی۔ ضرور خداوندکریم روزی دیں گے اور قرآن مجید کا معجزہ ہے۔ جو قرآن مجید کا قدردان نہیں ہوتا وہ ذلیل ہوتا ہے۔ خَسِرَ الدُّنیَا وَالاٰخِرَۃَ ط اور جس کو دنیا طلبی مقصود نہیں ہوتی۔ وہ خداوندکریم کے نزدیک دنیا میں بھی ممتاز ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور خدا چاہے اس کو فقر و فاقہ آتا ہی نہیں۔ جنہیں تم محتاج دیکھتے ہو اُن کو قدر ہی نہیں۔ اوّل بات تو یہ عرض کرنی تھی۔

دوسری یہ ہے کہ جب آپ نے سمجھ لیا اور ارادہ کر لیا تو قلب کو اطمینان ہو جاوے گا۔ اور پھر اگر کوئی بات ایسی نصیحت کی کہے جو کام میں مدد دے وہ قبول کرنا آسان ہوگا۔ اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ اچھی بات کو اہل فہم اس طرح تلاش کر لیتا ہے جیسے کوئی کھوئی چیز کی تلاش میں۔ پریشان ہوتا ہے اور جب مل جاتی ہے تو جھٹ قبول کر لیتا ہے۔

آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ بحمداللہ تعالےٰ آپ سب صاحبان کی نہ ذاتی غرض ہے اور نہ کارکنان کی کسی قسم کی وجاہت اور نفع دنیوی نہیں ہے۔ محض یہی غرض ہے کہ قرآن پاک کی حفاظت بہت زور کے ساتھ کی جاوے۔ اس کے الفاظ کی حفاظت میں کوشش درکار ہے۔ جب سب کا یہی مدعا ہے تو سب کو مل کر سعی کرنی چاہئے کہ کون سے طریقے ہیں جن سے حفاظت میں سہولت ہو۔ مولوی نور محمد صاحب نے جو یہ ہمت باندھی ہے کہ اس کی تعلیم میں جو نقص ہوں۔ اس کی اصلاح کریں۔ اس کی اصلاح کے قاعدے خود اُن کی زبان سے سن لیں۔ اور عمل کریں۔

اس میں تین قسم کے لوگ نکلیں گے اول جو صاحب نصاب پر قادر اور طرز تعلیم سے واقف ہیں۔ اُن کے واسطے کسی

مقصدِ قرآن

اعلحضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

طیِ منازل

برادرانِ ملت! یہ فطری قاعدہ ہے کہ مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کئی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں جتنا مقصد بلند ہوگا اس کی بلندی تک پہنچنے کے لئے طالب کو کئی ارتقائی منزلیں چڑھنی ہوں گی۔ میں آپ کے سامنے احسن الخالقین، رب العالمین، احکم الحاکمین کے شہنشاہی فرمان یعنی قرآن کا مقصد پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات کی طرح اس کا کلام بھی سب سے اعلیٰ اور افضل ہے اور اس کا مقصد بھی تمام مخلوقات کے کلاموں سے بلند و برتر ہے۔ لہٰذا طیِ منازل کر کے ہمیں وہاں پہنچنا ہوگا، طالب کو چاہیئے کہ بُعدِ مسافت سے نہ گھبرائے اور ہر قدم کو قربِ مقصد کا ذریعہ خیال کر کے اٹھاتا جائے اور ہر قدم پر فرحت و سرور کے آثار اپنے اندر پائے۔

مقصدِ تخلیق

برادرانِ اسلام حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، چونکہ یہ جہان حکیم بالذات کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس کی ہر جنس اور ہر نوع ہر صنف اور ہر فرد میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی، اجناس و انواع، اصناف و افراد جمادات کے ہوں یا نباتات اور حیوانات کے یا نوعِ انسانی کی اصناف و افراد ہوں۔ ہر ایک چیز میں علیحدہ علیحدہ حکمت ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ شرح صدر فرمائے تو ہر ایک فرد میں ایسی حکمت پائی جاتی ہے جو دوسری جگہ نہیں ملتی، اگر پورے غور سے دیکھا جائے تو آپ پر ایک عجیب چیز منکشف ہوگی، کہ افرادِ انسانی کی جس طرح صورتیں مختلف ہیں۔ ایک کی صورت دوسرے سے نہیں ملتی، اسی طرح ان افراد کی استعداد، ملکات جذبات اور اعمال میں بھی ایک نمایاں فرق پائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک چیز کی تخلیق کا ایک جداگانہ مقصد ہے، جو دوسری چیز سے پورا نہیں ہوتا

حُسنِ اشیاء

ایتھکس (فلسفۂ اخلاقیات) میں اس پر بڑی مبسوط بحثیں ہیں کہ نیکی کیا ہے، اور اس کا معیار کیا ہے، میرے خیال میں آپ حضرات ان مباحث سے واقف ہیں۔ ان مباحث کے یہاں لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، امید کرتا ہوں کہ آپ ان چیزوں کو پیشِ نظر رکھ کر میرے چند کلمات سنیں گے۔

ہر چیز کا حسن یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے وہ پیدا شدہ ہے وہ مقصد اس سے پورا ہو اگر وہ مقصد حاصل نہ ہو تو قبیح کہلائے گی سواری کا جانور اگر تیز رفتار نہیں ہے۔ تو قبیح ہے۔ ڈیل ڈول اور لحیم و شحیم ہونے کے لحاظ سے خواہ عمدہ کیوں نہ دکھائی دے دودھ دینے والا جانور دودھ کی کثرت سے عمدگی کا لقب پائے گا، اگر یہ نہیں تو پھر خوب صورتی کے لحاظ سے ہرگز اچھا نہیں سمجھا جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس انسان جس مقصد کے لئے پردۂ عدم سے صفحۂ ہستی پر لایا گیا ہے۔ اگر وہ اس سے بن آیا، تو اچھا یا بھلا ہونے کا لقب پائے گا۔ ورنہ جسیم و جمیم ہونے یا شکل و صورت کے لحاظ سے ہرگز اچھا نہیں کہا جائے گا۔

اشرفِ مخلوقات

انسان کو پردۂ عدم سے صفحۂ ہستی پر لانے سے پہلے کروبیانِ سماوی سے ارشاد ہوتا ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

لفظ خلیفہ کا مصدر خلافت ہے ـــ

الخلافت والامارت النیابت عن الغیر، الامامۃ کذا فی المنجد، لغت کی رہنمائی سے معلوم ہوا کہ خلیفہ کا معنی امیر یا امام یا دوسرے کا نائب ہے۔ لہٰذا انسان اپنے سے ماتحت تمام مخلوقات کا امام اور امیر ہے اور خدا تعالیٰ کا نائب ہے، انسان کی امارت اور امامت کو قرآن حکیم میں دوسرے مقام پر بایں الفاظ واضح کیا گیا ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ط

یعنی ہر چیز انسان کے تابع فرمان بنائی گئی ہے۔

لہٰذا امیر کا فرض ہوگا۔ کہ اپنی خداداد عقل کے ذریعے سے ہر چیز کے مقصدِ تخلیق کو سمجھ کر اسے اپنے اور بنی نوع انسان کے لئے بہتر سے بہتر مفید اور کارآمد بنائے آپ کی تمام سائنٹیفک اختراعات اور انکشافات اسی زمرے میں ہیں۔ ساتھ ہی اس کے انسان کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ اپنے مقصدِ حیات کا پتہ لگائے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (پ ۱۸ ع ۶)

ترجمہ! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف نہیں لوٹو گے

خدا تعالےٰ کی بارگاہ سے اس سوال کا یہ جواب ملتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ (پ ۲۷ ع ۲۶)

میں نے جن اور انسان سوائے اس کے اور کسی مقصد کے لئے پیدا نہیں کئے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اور اس قول میں بھی اسی طرف اشارہ ہے

اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَةِ ط (الحدیث)

خبردار دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

اس کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا بندہ بن کر رہے اپنے جذبات و ملکات تابع فرمانِ خداوندی بنائے اپنی نقل و حرکت، نشست و برخاست میں منصبِ عبودیت بھولنے نہ پائے، خوراک و پوشاک تک اور تمام معاملات مثلاً بیع و شراء نکاح و طلاق میں حدودِ عبودیت سے تجاوز نہ ہو جائے تمدن، معاشرت، اقتصادیات، سیاسیات میں ہدایاتِ الٰہیہ کا پابند نظر آئے غرضیکہ جس طرح نظامِ عالم کی دوسری چیزیں مقصدِ تخلیق کی تکمیل میں مصروفِ عمل ہیں، اسی طرح یہ بھی اپنے مقصدِ تخلیق کی تکمیل میں مصروفِ کار نظر آئے، صدائے عبودیت کو بایں الفاظ قبول کر دکھائے:۔

رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝

اے رب ہمارے، ہم نے ایک منادی سے سُنا جو ایمان کے لئے بلا رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ چنانچہ ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب ہمارے گناہ بخش اور ہم سے برائیاں دور ہٹا اور ہمیں نیکو کاروں کے ساتھ وفات دے۔

انسان کی درماندگی

نباتات کی تربیت کا قدرت نے یہ طریقہ تجویز کیا ہے کہ چونکہ وہ نقل وحرکت نہیں کر سکتے، اس لئے انہیں جڑیں عطا فرمائیں، جن سے اپنی خوراک زمین سے جذب کر کے تنوں، شاخوں اور پتوں کو پہنچا دیتے ہیں۔ حیوانات چونکہ نقل وحرکت کر سکتے ہیں، اس لئے ان کے لئے اقطاعِ ارض میں خوراک پیدا کر دی اور ان کے دل میں القا کر دیا کہ چلیں، پھریں، رزق مقدر تلاش کر کے کھائیں۔ ضروریاتِ خورد ونوش کے علاوہ باقی ضروریات کے لئے انہیں الہام طبعی سے رہنمائی فرمائی، ارشاد ہے۔

اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۝

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بنایا پھر مقصدِ تخلیق کی طرف رہنمائی فرمائی

یہی وہ الہام ہے جسے آپ اپنی نفسیات کی اصطلاح میں جبلت (Instinct) سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہر فرد حیوان اپنی ضروریات بلا مددِ استاد، الہام طبعی سے پوری کر لیتا ہے مثلاً ہر حیوان جلبِ منفعت اور دفعِ ضرر اچھی طرح بغیر کسی کی تعلیم کے انجام دے دیتا ہے، بیا کا بدیع الصنعت گھونسلا بنانا اور شہد کی مکھی کا ایسے اصولِ ہندسہ کے مطابق گھر کا بنانا جس کے سمجھنے سے بڑے بڑے مہندس عاجز ہیں۔ اسی الہام طبعی کا کرشمہ ہے۔ اگر آپ غور فرمائیں گے تو اسی قسم کے الہاموں کی بیسیوں مثالیں آپ کو ملیں گی۔ بچے کا ماں کے پستان سے دودھ پینا بھی اسی الہام طبعی کی بنا پر ہے۔ بخلاف انسان کے کہ بعض ضرورتیں تو الہام طبعی سے پوری کرتا ہے اور کچھ ضروریات جسمانی ایسی ہیں، جن میں ہر فرد انسان کو الہام نہیں ہوتا، اس کی تدبیر قدرتِ الٰہی نے یہ تجویز کی ہے کہ بعض انسانوں کو اس ضرورت کے حل کا الہام کر دیا جاتا ہے، باقی سارا جہان ان کے تجویز کردہ حل سے مستفید ہوتا ہے، مثلاً انجن، ہوائی جہاز، وائرلیس وغیرہ ایجادات بعض دماغوں کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ باقی تمام افراد ان کے تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ انسان اپنی ضروریاتِ جسمانی میں کسی نہ کسی قابل دماغ کا محتاج رہتا ہے اور ایسے حکیم کی دست گیری اور رہنمائی کے بغیر اس کی ضروریات کا پایۂ تکمیل پر پہنچنا ناممکن ہے۔

ضروریاتِ روحانی

انسان نہ فقط جسم کا نام ہے اور نہ محض روح کا، بلکہ دونوں کے مجموعے کا نام انسان ہے، جسم کی ترکیب عناصر سے ہے۔ رحمِ مادر میں اس کی ترکیب تام ہونے کے بعد بامرِ الٰہی روح اس کے ڈھانچے میں ڈال دی جاتی ہے جس سے اس کے اندر حس وحرکت پیدا ہوتی ہے۔ اس روح کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور دوسری قسم اہلِ دل حضرات کے نزدیک مشاہدے کی طرح یقینی ہے۔ روحِ حیوانی اور روحِ الٰہی۔ روحِ حیوانی تو باقی حیوانات میں بھی ہے، جس کی بقا سے حیوان زندہ اور ذی حیوٰۃ ہے، اور اس کی علیحدگی سے حیوان مردہ کہلاتا ہے لیکن انسان کا وہ جز جسے روحِ الٰہی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، وہ ایک نقطۂ نورانی ہے جو رب العالمین کی طرف سے انسان کو عطا ہوتا ہے اس نقطۂ نورانی کا نام ملکیت ہے۔ ملکیت کی خواہشات حیوانیت یا بہیمیت سے بالکل مختلف ہیں۔ بہیمیت چونکہ عالمِ ناسوت (مادیات) کی پیداوار ہے، اس لئے اس کی مرغوباتِ طبع اشیاءِ ناسوتیہ ہیں۔ مثلاً عمدہ کھانے کھانا لذیذ اشیاء کا پینا۔ نفیس اور قیمتی کپڑوں کا زیب تن کرنا۔ بدن کا بناؤ سنگار کرنا۔ سر بفلک عمارتوں میں رہنا، زیادہ سے زیادہ آرام دہ سواریوں پر سواری کرنا وغیرہ وغیرہ اور ملکیت کی مرغوباتِ طبع خدا کی یاد کرنا، اس کی تسبیح وتقدیس میں رطب اللسان رہنا ہاتھ پاؤں کو خدا تعالیٰ کے حضور میں مشغول رکھنا دل ودماغ کو فکرِ رب میں مصروف رکھنا عالمِ ملکوت کے ملائکہ عظام کے زمرہ میں شامل ہونے کے لئے عالمِ ناسوت کی اشیاء سے بے رغبتی کا جذبہ بڑھانا، عصیان، طغیان اور عدوانِ قانونِ الٰہی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا وغیرہ، جاننا چاہیئے کہ یہ دونوں قویٰ وجودِ انسانی کے لئے ازبس ضروری ہیں، مگر انسان کا کمال یہ ہے کہ حیوانیت یعنی بہیمیت ملکیت کے تابع رہے پھر حیوانیت کے افعال بھی ملکی افعال ہو جاتے ہیں اور یہیں سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ نوعِ انسان نوعِ ملک سے افضل ہے کیونکہ انسان باوجود ان موانع کے جو بہیمیت کے آثار ہیں، مقتضا ملکیت کے مطابق کام کرتا ہے اگر خدانخواستہ اس کا برعکس ہو گیا تو۔۔۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (پ۹ ع۱۲)

وہ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ، کا مصداق ہو جاتا ہے

ملکیت کی استدعا

انسان کی قوتِ ملکیت نے زبانِ حال سے مجیب الدعوات کے دروازے کو کھٹکھٹایا، نہایت عجز و انکساری سے استدعا کی کہ اے اللہ العالمین، جس طرح تو انسان کی قوتِ بہیمیہ کا خالق ہے اسی طرح میں بھی تیری پیدا کردہ لونڈی ہوں تو میرے حال پر رحم فرما، اور انسان کو بذریعہ الہام ایسی ہدایات عطا فرما۔ کہ وہ اپنی زندگی کے کسی شعبے میں میری خواہشات کی حق تلفی نہ کرنے پائے اے اللہ تو اسے یادِ الٰہی کا سبق سکھا۔ اس کے بعد اخلاقی، تمدنی، معاشرتی، اقتصادی سیاسی زندگی میں اسے ایسا نظام العمل (پروگرام) بتا۔ جس سے مجھے نقصان نہ پہنچنے پائے اور ایسے پروگرام میں انسان کا اپنا ہی نفع ہے کیونکہ اس کی دونوں زندگیاں سنور جائیں گی۔

انسان کی دو زندگیاں

قولہ تعالیٰ:۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(سورۃ البقرہ ع ۲۵)

بعض آدمی کہتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں دنیا میں اجر عطا فرما ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور بعض ان میں سے کہتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ اجر عطا فرما۔ اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۝ (آل عمران ع ۱۶)

تم میں سے بعض دنیا چاہتے ہیں اور بعض آخرت کے طالب ہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

(بنی اسرائیل ع ۲)

جو شخص دنیا چاہتا ہے ہم دنیا میں جتنا

چاہیں اور جس کے لئے چاہیں اسے دیتے ہیں پھر اس کے لئے دوزخ تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ درگاہ ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لئے کوشش کرے بشرطیکہ وہ ایماندار ہو۔ پس انہی لوگوں کی کوشش شکریہ کی مستحق ہے

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (عنکبوت ۶۷)

اور یہ دنیا کی زندگی سوائے لہو و لعب کے اور کچھ بھی نہیں اور اصل زندگی آخرت کی ہے اگر انہیں اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے

آیات مذکورۃ الصدر سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں۔

(۱) انسان کی دو زندگیاں ہیں۔

(۲) پہلی کا نام دنیا اور دوسری کا نام آخرت ہے

(۳) اصلی اور دائمی زندگی آخرت کی ہے

(۴) دنیا کی زندگی مانند کھیل اور تماشا کے ہیں۔

(۵) جو شخص فقط دنیا کی زندگی کی کامیابی کا خواہاں ہے۔ وہاں وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہوگا اور دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

(۶) جو لوگ آخرت کی زندگی کے قائل ہیں، اور اس کی کامیابی کے لئے کوشش کرتے ہیں، ان کی کوششیں بارآور ہوں گی۔ اور سرفراز ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا هَمَّ اٰخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ ــــ

جس شخص نے تمام غموں کو ایک غم بنا لیا۔ یعنی آخرت کا غم لگا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے غموں سے نجات دے گا۔

حاصلِ سخن

یہ ہے کہ انسان کو عالم ناسوت کی بے بقاء اور فانی زندگی سے منتقل ہو کر آخرت کی باقی اور غیر فانی زندگی کی طرف جانا ہے اور اس دارالفناء سے دارالبقاء کے لئے اعمال صالح کا سرمایہ بہم پہنچانا ہے۔

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۙ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(نحل ۴ع۴)

اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے اور واقعی شرک سے بچنے والوں کا وہ گھر اچھا ہے وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے ان باغوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں انہیں ملے گی اسی طرح اللہ پرہیزگاروں کو جزا دیتا ہے جن کی روح فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (شرک سے) پاک ہوتے ہیں، فرشتے کہتے ہیں، تم پر سلامتی ہے بہشت میں داخل ہو جاؤ، بسبب ان اعمال کے جو تم کرتے تھے۔

قبولیتِ دُعا

خدا تعالیٰ کا اعلان ہے:

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جس وقت بھی مجھے پکارے

لہذا اللہ تعالیٰ نے ملکیت کی اس استدعا کو قبول فرمایا اور انسان کے معاش اور معاد کے لئے ایک ایسا مکمل قانون نازل فرمایا، جس پر عمل کرنے سے انسان معاشی زندگی کے انتہائی مراتب کمال تک پہنچ جائے اور معاد کی زندگی میں اپنے کو جنت الفردوس کا مستحق بنائے اور اس مکمل اور جامع قانون کا نام قرآن ہے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے قرآن کی عظمت کا سکہ تمام اقوام عالم کے قلوب پر بٹھانے کے لئے تحدی کے ساتھ یہ اعلان فرمایا:۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (سورۃ البقرہ ع۳)

پس تم اس جیسی کوئی سورۃ لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو، اگر تم سچے ہو ــــ

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝

(پ۱۵ ع۱۰)

کہہ دو اگر جمع ہو جائیں آدمی اور جن اس پر کہ ایسا قرآن لاویں تو ایسا نہ لا سکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

اور ساتھ ہی اس کے حلقہ اشاعت کی وسعت کو ان الفاظ سے ظاہر فرمایا:۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا

(الفرقان ع۱)

بڑی برکت والا ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا تاکہ جہان والوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔

العالمین، عالم کی جمع ہے، اور الف اور لام استغراق کا ہے جس کی مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم سارے جہاں والوں کے لئے ہے

مختلف پہلو

قرآن حکیم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان کی مندرجہ ذیل شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے

۱۔ اعتقاداتِ صحیحہ ۲۔ عبادات بدنیہ ومالیہ ۳۔ اخلاق (۴) تمدن (۵) معاشرت (۶) اقتصادیات ۷۔ سیاسیات۔

نتیجہ

مسلمان اگر ان سات عنوانوں پر صحیح معنی میں قرآن حکیم کو رہنما بنائیں تو:۔

۱۔ اعتقادات کے لحاظ سے ان کا سا مخلص اور مقبول کوئی نہ ہو

۲۔ عبادات کے لحاظ سے ان جیسا عابد دنیا میں نظر نہ آئے

۳۔ اخلاق کے لحاظ سے ساری دنیا ان کی شرافت کے سامنے ندامت سے سر جھکائے اور اپنی درستی اخلاق کے لئے انہیں نمونہ بنائے۔

۴۔ تمدنی ارتقاء کے لحاظ سے ساری دنیا کے امام نظر آئیں۔

۵۔ ان کی معاشرت اتنی اعلیٰ اور قابل رشک ہو کہ تمام اقوام عالم اپنی اپنی قوموں کے ظلموں سے بچنے کے لئے ان کی سوسائٹی میں آکر پناہ لیں

۶۔ اقتصادیات کے لحاظ سے ان جیسا دولتمند اور صاحب ثروت کوئی نظر نہ آئے۔

۷۔ سیاسیات میں خلافتِ ارضی کا وارث انہیں بنا دیا جائے اور تمام اقوام عالم ان کے حلقۂ غلامی میں زندگی بسر کرتے نظر آئیں۔

وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

اسلام کی برکت

ہندوستان کے مسلمان جس طرح دوسرے گوہر کھو چکے ہیں اسی طرح ان کی ذہنیت بھی غلامانہ ہو گئی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یورپ کی دست گیری کے سوا ہماری ضروریاتِ زندگی میسر نہیں ہو سکتیں۔ یورپ کی کورانہ تقلید کو فخر خیال کرتے ہیں، اور عموماً یہی سمجھا جاتا ہے کہ موجودہ مادی ترقی کا موجد یورپ ہی ہے۔ حالانکہ اگر تفتیش کی جائے تو یورپ اسلام کا ریزہ چین ہے۔ اسلام ہی سے یورپ نے یہ خوبیاں لی ہیں۔ تمدن کے تمام شعبوں میں عربوں کو ایک صدی کے اندر جو حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے، دوسری قوموں کے لئے

کئی ہزار برس تک بھی مشکل تھی۔ اس فوری ترقی کے کیا اسباب ہیں اور کیوں؟ وہ قوم اس قدر جلدی سرسبز وشاداب اور کامیاب ہوئی، اس کا فقط ایک ہی جواب ہے کہ مذہب اسلام ہی کی تعلیمات کا یہ نتیجہ ہے کہ اس قدر عمدہ اور اعلیٰ تمدن انہیں نصیب ہوا۔ اور وہ بہت تھوڑے عرصہ میں ترقی کے اس زینہ پر پہنچ گئے جہاں تک رومی اور یونانی بھی نہیں پہنچ سکے تھے۔

اسلامی ترقی کی خصوصیت

دنیا کی وہ تمام اقوام جن پر اسلام نے اپنا نور ڈالا، تمدن کی روشنی سے جگمگا اٹھیں، اسلام جہاں کہیں بھی گیا۔ علم وحکمت اور تمدن اس کے ہمرکاب تھے۔ عرب، مصر، فارس، شام، اندلس مراکش، ترکستان، ہندوستان غرضیکہ جہاں بھی اسلام گیا، ایک آفتاب تھا جس نے ساری دنیا کو علم وحکمت کی روشنی سے منور کر دیا۔ اسلام نے اپنے متبعین کو ایسے احکام دیئے ہیں۔ جو شائستگی اور تمدن کے اعلےٰ ترین مدارج پر فائز کرنے اور تمام قوموں میں ممتاز جگہ دلانے میں پُراثر ثابت ہو چکے ہیں اس کی تائید میں ایک فاضل امریکی کی رائے ملاحظہ ہو۔ "دنیا میں اکثر کامیابی صداقت کا معیار رہی ہے اہل اسلام اپنی رفتار تمدن کی سرعت اور اس کی شان وشوکت کے ثبوت میں اپنے پیغمبر کی دعوت الہامی کو پیش کر سکتے ہیں۔ یہ خیال کرنا قطعی غلط ہے کہ اہل عرب کی ترقی بزور شمشیر ہوئی ہے" انٹلکچول ڈیولپمنٹ آف یورپ جلد اول صفحہ ۳۳۲ از ڈاکٹر ڈریپر یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ڈاکٹر ڈریپر وہ شخص ہے جس کی کتاب کا ترجمہ معرکۂ مذہب وسائنس کے نام سے مشہور ہے جس میں سائنس کے نام سے مشہور ہے جس میں سائنس کے مقابلے میں وہ مذہب کو بالکل ہیچ سمجھ رہا ہے۔ اگرچہ وہ مذہب، مذہب عیسائیت ہے۔ تاہم اس کی شہادت اہل نظر کے نزدیک بڑی وقعت کے قابل ہے۔ وہ شخص مذہب سے آزاد ہونے کے باوجود اسلام کی تعریف میں اس قدر رطب اللسان ہے

نتیجہ

ڈاکٹر ڈریپر کے اس استدلال سے ناظرین بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ جس چیز نے مسلمانوں کو دنیا کی تمام قوموں پر فضیلت بنایا اور انہیں اس عظیم الشان تمدن کا بانی ٹھہرایا وہ مذہب اسلام ہی کی پاک تعلیم تھی۔

یورپ کا اقرار

یہ امر مسلم ہے کہ اسلام نے تمدن یورپ پر ایسا گہرا اور پائیدار اثر ڈالا ہے اور ایک ایسی صحیح بنیاد قائم کی ہے جس پر یورپ نے اپنے تمدن اور تہذیب کی عمارت تعمیر کی ہے یورپ کا موجودہ دور ارتقا جس نے اسے انتہائی کمال پر پہنچایا ہے۔ وہ اسلامی اثرات کا ایک بیّن نتیجہ ہے۔ جب کہ یورپ کا آسمان قرون وسطیٰ میں چاروں طرف سے وحشت اور جاہلیت کی تاریکی میں گھرا ہوا تھا۔ ایسے وقت میں اسلام کی نورانی صبح وہاں نمودار ہوئی۔ جو تہذیب وتمدن کی روشنی کو پھیلاتی اور تمام آفاق پر اپنا اثر ڈالتی ہوئی نظر آئی۔ فرانسیسی مستشرق پروفیسر سیڈیو اہل عرب کی بیش بہا ایجادات اور ان کے علوم وفنون کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "ہمارے موجودہ دور تمدن کے ہر ایک شعبۂ عمل میں اہل عرب کے اثرات صاف طور پر نمایاں ہیں۔ نویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی تک اس عظیم الشان لٹریچر کی بنیاد پڑ چکی تھی جو اب تک قائم ہے۔ قسم قسم کی پیداوار اور بیش بہا ایجادات جو دماغ کی حیرت انگیز فعالیت نے اس زمانہ میں کیں اور ان کا اثر بھی یورپ پر پڑا اس سے ہمارے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ اہل عرب نے تمام چیزوں میں ہماری رہنمائی کی ہے۔ ایک طرف ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کے لئے ہم بے اندازہ مواد پاتے ہیں۔ جو سفرناموں اور سوانح عمریوں میں بکثرت موجود ہے۔ دوسری طرف ہم بے نظیر صنعت وحرفت اور اصول انجینئری بالفعل وبالقوۃ اور دیگر علوم وفنون میں ان کے انکشافات کو معلوم کرتے ہیں کیا یہ سب باتیں ان لوگوں کے کارناموں کو واضح اور نمایاں نہیں کرتیں، جو بہت مدت سے حقارت ونفرت سے دیکھے جاتے ہیں۔" ہسٹوریٹینز ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۵

ایک اور یورپین مؤرخ کا قول ملاحظہ ہو ڈاکٹر گستاؤلی بان لکھتا ہے۔ "عربوں کا اثر مغرب کی زمین پر بھی اتنا ہی ہوا۔ جتنا مشرق پر ہوا اور انہیں کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا" تمدن عرب مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی صفحہ ۵۱۳

مختلف شعبہ جات میں مسلمانوں کی ترقی کے نمونے سلطنت اسلامی کی وسعت

قرآن نے اپنے متبعین سے ساری دنیا کی بادشاہت کا وعدہ فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورۂ صف ع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے سارے دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (الآیۃ)

(سورۂ نور ۷ ۱۴)

جو تم میں سے ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے زمین میں بادشاہت کا وعدہ فرمایا ہے جس طرح پہلوں کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی عطا فرمائی تھی۔

چنانچہ عرب ایسے غیر مہذب، غیر متمدن اور سلطنت سے ناآشنا جنہیں متمدن حکومتیں اپنے حلقۂ اثر میں لینا بھی پسند نہ کرتی تھیں اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے ہی ایک صدی کے اندر اتنے بڑے طاقتور بادشاہ بن گئے کہ دنیا میں ان کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ ایشیا کا بڑا حصہ اور متمدن یورپ معتدبہ حصہ ان کے زیرنگین تھا۔ بنی امیہ کی سلطنت ایشیا میں عرب، عراق، عرب، افغانستان اور ہندوستان میں ملتان تک وسیع ہوگئی تھی۔ افریقہ میں مصر طرابلس، تونس، الجزائر اور مراکش ان کے زیرنگین تھا۔ اقصائے یورپ یعنی اندلس میں حکمرانی کر رہے تھے اندلس میں مسلمانوں کی حکومت سو سال تک رہی ہے۔ اس کے بعد خلافت بنو امیہ کے لوگ اندلس سے فتوحات کرتے اور ادھر سے تک علم اسلام بلند کرتے ہوئے وسط یورپ میں آسٹریا اور ہنگری تک پہنچے ہیں۔ چنانچہ ہنگری کا صدر مقام بوڈاپیسٹ میں آج تک گل بابا کی خانقاہ موجود ہے جو ترکی فوج میں بحیثیت ایک سپاہی کے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے اور بنی امیہ اندلس سے فتوحات کرتے ہوئے جنوبی حصہ فرانس اور اٹلی کے شمالی حصہ اور سوئٹزرلینڈ تک پہنچے ہیں۔ یورپ کے ان ممالک پر مسلمانوں نے ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو سو سال تک حکومت کی ہے اور ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ایک ہزار برس تک رہی ہے حاصل یہ ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین سے خلافت ارضی کا جو وعدہ کیا تھا اس کا ایفاء کر دکھایا۔ ایشیا، یورپ اور افریقہ کی سلطنتوں کا انہیں مالک بنایا اور یہ ثابت کر دیا۔ کہ ایک سچا مسلمان ساری دنیا پر حکومت بھی کر سکتا ہے۔

مسلمانوں کی علمی خدمات

دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے علوم و فنون کی سرپرستی کی ہے اور جس کے پیرو بحیثیت پابند مذہب ہونے کے آسمان علم پر روشن ستارے بن کر چمکے۔ آج جس طرح طلبا انگریزی، جرمن اور اطالوی یونیورسٹیوں میں تعلیم پانے کے لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح کسی زمانہ میں انگلستان، فرانس، جرمن اور اٹلی کے لوگ علوم و فنون حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے ممالک میں آتے تھے، یہاں قرطبہ، غرناطہ، ازہر اور بغداد کی یونیورسٹیاں ہر طرف نور علم کی بارش کر رہی تھیں۔ آج جبکہ اسلام کو ذہنی ترقی کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ جب یہ خیال جاگزین ہو چکا ہے کہ اسلام عقل و خرد سے انسان کو محروم کر دیتا ہے، یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ کبھی ایسا زمانہ بھی تھا جبکہ مسلمانوں نے بحیثیت مسلمان ہونے کے دنیا میں علوم و فنون میں ترقی کی۔ حقیقت آشنا نظریں دیکھ چکی ہیں کہ دنیا میں مشعل علوم کو روشن اور بلند رکھنے کا جو کام مسلمانوں نے کیا وہ دنیا کی کوئی دوسری قوم نہیں کر سکی

یورپ میں ازمنہ وسطیٰ میں رومی اور یونانی علوم و فنون کی ترقی کا افسانہ بالکل فراموش ہو چکا تھا اور اس وقت اہل یورپ عملی طور پر ان علوم کی نسبت کچھ بھی واقف نہ تھے۔ رومی اور یونانی علوم کے زوال کے بعد سے یورپ میں بھی علوم کا تنزل پیدا ہو گیا تھا۔ اور اس وقت سے گویا تمام علمی کتابوں پر مہریں لگ گئی تھیں، اگر ایسے وقت میں اہل اسلام نے اس قدیم ذخیرہ کتب کو جس میں رومی اور یونانی علوم و فنون کے بیش بہا خزانے محفوظ تھے۔ جاں فشانی اور صرف کثیر سے حاصل کر کے اپنی زبان میں منتقل نہ کر لیا ہوتا، اگر انہوں نے ان قدیم اقوام کی عظیم الشان یادگاروں کو فنا ہونے سے نہ بچایا ہو۔ تو اس میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ اہل یورپ جو آج تمام اقوام عالم کے پیش رو نظر آتے ہیں، تمدن و تہذیب کے علمبردار نہ بن سکتے۔ ہمارا یہ دعویٰ تاریخی شواہد پر مبنی ہے اور خود یورپ کے ماہران تاریخ کو اس امر کا اعتراف ہے چند مشہور مصنفین یورپ کے اقوال ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

(۱) موسیو گستاولی بان لکھتے ہیں صرف عربوں کی بدولت تصانیف قدیمہ ہم تک پہنچی ہیں، اور دنیا کو ہمیشہ ان کا ممنون رہنا چاہیئے کہ انہوں نے اس بے بہا ذخیرہ کو تلف ہونے سے بچا لیا۔"

(۲) مارگولیتھ لکھتا ہے۔ "انہی تصنیفات کی بدولت یورپ میں فلسفہ یونان پھر زندہ ہوا۔"

(۳) پروفیسر رینالڈ نکلسن لکھتا ہے۔ "اگرچہ مسلمانوں نے جن مختلف شعبہ جات علوم میں قیمتی اضافے کئے انہیں ضرور تسلیم کرنا چاہیئے مگر یہ تحقیقات و اکتشافات اس بار احسان کے مقابلے میں بہت کم وقعت رکھتے ہیں جو اہل عرب نے ازمنۂ وسطیٰ میں یورپ پر بطور رہنمایان و مشعل برداران علم کے ہم پر کیا۔

تراجم اور فلسفہ یونان

کسی قوم کی ترقی علم و ادب کا ابتدائی زمانہ بیرونی ممالک کے مصنفین کی کتابوں کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے اہل اسلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہوئے، انہوں نے قدیم اہل یونان کی تقریباً تمام تصانیف کو جو دست برد زمانہ سے تلف ہو جانے کے قریب تھیں، یہی نہیں کہ اپنی زبان میں منتقل کر لیا بلکہ اپنا بنا لیا، انہی کے ذریعے سے فلسفہ یونان کا نام پھر زندہ ہوا۔ یونانی فلسفہ کی کتابوں کے ترجمہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ خاندان عباسیہ کے مشہور تاجداروں منصور و ہارون اور پھر ہارون کے خلف الرشید مامون کے عہد زریں میں ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جب یونانی منطق و فلسفہ کی تحصیل کفر و الحاد کے مترادف تھی، چنانچہ یہ ضرب المثل ہو گئی تھی من تمنطق فتزندق لیکن آزاد خیال مسلمانوں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور ان خلفاء کی سرپرستی میں یونانی علوم کا سرمایہ اپنی زبان میں منتقل کر لیا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اس کام کے لئے بیت الحکمت قائم کیا تھا جس میں بلالحاظ مذہب وقت بڑے بڑے ماہرین السنہ اور فضلاء وقت کو شریک کیا گیا تھا۔ ہر مترجم کو تقریباً چار ہزار درہم ماہوار تنخواہ ملتی تھی، چنانچہ انہیں مترجمین میں منکا نامی ایک ہندو فاضل بھی تھا۔ اس کے علاوہ خود رومی سلطنت سے بہت فضلاء طلب کئے گئے تاکہ وہ تمام کتب قدیمۂ یونان کا عربی میں ترجمہ کریں اس کے عہد میں فلسفۂ یونان کی اکثر کتابیں ترجمہ ہوئیں۔ اس کے بعد مامون الرشید نے اس کام کو اور ترقی دی اور اس میں یہاں تک کوشش کی اور اس قدر سخاوت سے کام لیا کہ جس قدر ترجمہ کیا جاتا اسی کے ہم وزن سونا دیتا تھا۔

مامون ہی کی تقلید بغداد کے اکثر امراء و اہل دول نے کی۔ اس لئے وہاں عراق، شام، فارس، روم اور ہندوستان سے ترجمہ کرنے کے لئے حکماء اور برہمن پنڈت وغیرہ آنے لگے، یونانی، فارسی، سریانی، قبطی اور لاطینی زبانوں سے مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے ترجمے ہونے لگے، مامون کے بعد بھی چند خلفاء کے زمانے تک یہی طریقہ جاری رہا اور تمام اہم کتابیں علوم قدیمہ کی عربی میں ترجمہ کر لی گئیں۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مسلمانوں نے کتب فلسفہ و دیگر علوم یونان کی محافظت کی، اور اسے نئی زندگی بخشی، اور یورپ کو نہ صرف ان بیش بہا تصنیفات سے آشنا کر دیا بلکہ ان کا پڑھنا سکھایا، اہل یورپ کو مجبوراً ماننا پڑتا ہے کہ ان قیمتی خزانوں کے محافظ مسلمان ہی تھے۔

مصنفین یورپ کا اقرار

اگر ہم علوم انسانی کی تمام تاریخ کا پتہ چلائیں، اور اس حقیقت کو یاد رکھیں کہ یونان نے اسکندریہ میں رومی علوم کو زندہ رکھا تو انہیں علوم یونان کے مقدس ڈپو کی محافظت کو یورپ کی علمی نشاۃ ثانیہ کے زمانے تک عربوں ہی سے منسوب کرنا پڑے گا۔

تاریخ کی خدمت

دنیا جانتی ہے کہ فن تاریخ کو مسلمانوں نے کس درجہ پر پہنچا دیا ہے فن تاریخ کی تدریجی ترقی کا اگر سراغ لگایا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس فن کے ساتھ مسلمانوں نے زیادہ کسی قوم نے اعتناء نہیں کیا۔ اسماء الرجال جو اس فن کی بڑی اہم شاخ ہے مسلمانوں کا اس سے اعتناء دینی ضرورت سے تھا کیونکہ صحت حدیث کا مدار رواۃ پر ہے۔ اس فن کے دفاتر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک یورپین مستشرق کا قول ہے۔ "مسلمانوں کی کتابوں سے پانچ لاکھ آدمیوں کے حالات معلوم ہو سکتے ہیں انہوں نے اس فن میں اس قدر ترقی کر لی تھی کہ ان کی طرف تاریخ نویسی پر کسی قسم کا اضافہ کرنے کی گنجائش نظر نہیں آتی فلسفۂ تاریخ کے اصول کو جس طرح ہمارے مشہور مؤرخ ابن خلدون نے سمجھا، وہ کئی صدیوں کے بعد آج یورپ کی سمجھ

میں آئے۔

جغرافیہ

مسلمانوں نے جغرافیائی تحقیقات میں جو کوششیں کی ہیں، اس کا اعتراف اکثر مصنفین یورپ کو ہے، مگر باوجود اس اعتراف کے مسلمانوں کا علم جغرافیہ ذاتی مشاہدات پر مبنی ہے۔ جہاں علم جغرافیہ نے سائنٹیفک طرز اختیار کی ہے، وہاں وہ بطلیموس سے ماخوذ بتایا جاتا ہے، لیکن ان مصنفین کو نہیں معلوم کہ پہلے پہل یورپین جغرافیہ دان اور نقشہ کش عربی کتابوں ہی کے طفیلی تھے۔

علم جغرافیہ میں مسلمانوں کی تحقیقات و اکتشافات کا اندازہ ان کے ان سفرناموں سے ہوتا ہے۔ جو انہوں نے دور دراز ممالک کی سیر و سیاحت اور ذاتی مشاہدات سے کیے ہیں۔ عجیب وغریب جغرافیائی معلومات سے پر ہونے کے علاوہ یہ سفرنامے علم الآثار کا بیش بہا ذخیرہ معلومات ہیں مارگولیتھ لکھتا ہے۔ "ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے دو مشہور سیاحوں ابن جبیر اور ابن بطوطہ کے سفرنامے ہمارے پاس موجود ہیں۔ آخر الذکر کا سفرنامہ عالمان آثار قدیمہ کے لئے معلومات کی ایک کان ہے اور یورپ کی ایک سے زیادہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

ابن بطوطہ نے پچھتر ہزار میل کی مسافت طے کی تھی یعنی زمین کے محیط کے تگنے سے بھی زیادہ۔ ابو ریحان بیرونی نے پانچویں صدی ہجری میں زمین کا محیط ریاضی کے قاعدوں سے نکالا جو مامون کے زمانہ کی تحقیقات سے زیادہ صحیح تھا، اور اگرچہ اقوام یورپ نے بیرونی سے زیادہ صحیح نتیجہ نکال دیا ہے، لیکن یاد رہے کہ بیرونی اور مامون کی تحقیقات میں جتنا فرق ہے اس سے بہت کم فرق بیرونی اور آج کل کی تحقیقات میں ہے۔ یہ وہ کارنامہ ہے جس میں ارسطو کو بھی بڑی فاش غلطی ہوئی ہے

ہیئت اور نجوم

اس فن کو ایک مکمل سائنس کے درجہ پر پہنچا دینے والے مسلمان علماء تھے۔ اور یہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس فن میں مسلمانوں نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ وہ کام جسے اقوام یورپ نے بالکل زمانۂ حال میں کیا ہے وہ اس وقت کر چکے تھے۔

طامس بکل مسلمانوں کے علم نجوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "علوم کی اگر کوئی شاخ جسے اہل عرب نے سائنس کے رتبہ پر پہنچا دیا ہے، تو وہ نجوم ہے، جس میں آٹھویں صدی کے وسط میں خلفاء کی زیر سرپرستی انہوں نے بہت کچھ کمال پیدا کیا اور اسے ترقی دیتے رہے

الجبر والمقابلہ

مسلمانوں میں سب سے پہلے اس علم پر جسے اطلاع ہوئی وہ عہد مامون کا مشہور مترجم ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی ہے۔ اس فن میں اس کی کتاب الجبر والمقابلہ بہت مشہور ہے جو کہ ۱۸۳۱ء میں علامہ روزن کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ لندن میں چھپ کر شائع ہو گئی ہے۔ عیسائی مؤرخ جرجی زیدان کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ اہل یورپ نے اپنی آخری اور موجودہ ترقی میں جبر و مقابلہ بالکل عربی سے لیا۔

ڈاکٹر نوفل کی بھی یہی رائے ہے، لیبان کہتا ہے "عربوں نے علوم ریاضیہ کو بہت رواج دیا" انہوں نے جبر و مقابلہ میں بڑی ترقی کی۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس علم کے موجد عرب ہیں"۔ اس سلسلہ میں عمر خیام کو نہ بھولنا چاہیئے، جس نے چھٹی صدی کے ابتدا میں وفات پائی۔

علم ہندسہ یا جیومیٹری

یوں تو عہد عباسی میں یونانی سے نقل ہو چکا تھا۔ چنانچہ خلیفہ مامون عباسی کی آستین پر اقلیدس کی پانچویں شکل بطور زینت کے کڑھی ہوئی تھی، اس شکل کا نام شکل مامونی ہو گیا تھا۔ ساتویں صدی ہجری میں نصیر الدین طوسی نے بڑے مفید اضافے کئے، جو تحریر اقلیدس کے نام سے مشہور ہیں اس کے علاوہ یہ سربفلک عمارتیں جو دنیا کے چپے چپے پر مسلمانوں کے آثار کی شکل میں موجود ہیں، وہ اس فن کے کمال ترقی کی شاہد عدل ہیں۔

فن طب کی خدمت

فن طب میں بھی اہل اسلام کو یورپ کے استاد ہونے کا فخر بجا طور پر حاصل ہے۔ اس فن میں جو ترقیاں انہوں نے کیں، اور بے شمار ذخیرہ کتب ان کی مسلسل تحقیقات نے فراہم کر دیا اسے بیان کرنا ہمارے مقاصد سے باہر ہے اس لئے ہم صرف یورپین مصنفین کے اقوال سے اس بات کو ثابت کریں گے کہ فن طب میں اہل اسلام کا اثر یورپ پر کہاں تک پڑا ہے۔

یورپ میں سب سے پہلا مدرسہ طب سلرنو (جنوب اٹلی) کا مدرسہ تھا جو مسلمانوں نے قائم کیا، جس نے اٹلی اور یورپ میں فن طب کی تعلیم کو زندہ کیا۔

مارگولیتھ لکھتا ہے "مسلمانوں کی طب کا اثر یورپ میں مدت دراز تک قائم رہا اور سترھویں صدی تک طب کے لئے عربی زبان کی تعلیم لازمی امر سمجھا جاتا تھا۔ محمد بن زکریا رازی طبیب الاسلام اور ابن سینا کی تصانیف سے اب تک اہل یورپ آشنا ہیں۔

چیچک اور اسی قسم کے اور بخاروں کا ذکر جالینوس کے ہاں نہیں تھا۔ یہ رازی کے اکتشافات ہیں۔

فن جراحی

فن جراحی کا مشہور عالم شیخ ابو القاسم ابن عباس القرطبی الاندلسی الزہراوی والمتوفی ۵۰۰ھ ہے جسے اہل یورپ البقاکسس کہتے ہیں۔ اس نے بہت سے آلات جراحی ایجاد کئے، جن کی تصاویر اس کی کتابوں میں درج ہیں پتھری نکالنا جو اس وقت جدید عمل سمجھا جاتا ہے، دراصل یہ اسی نامور کی ایجاد ہے۔

اس مشہور شخص کی تصنیفات پندرھویں صدی میں یورپ میں پہنچیں۔ بقول ایک یورپین مصنف کے کل جراحوں کا جو چودھویں صدی کے بعد گزرے ہیں۔ اسی کی تصنیفات پر دارومدار تھا اس کی تصنیفات پہلے ۱۴۹۷ء میں لاطینی میں طبع ہوئیں ان کی اخیر طبع نہایت جدید ہے جو ۱۸۶۱ء میں ہوئی۔ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی طب سے یورپ کب تک فائدہ اٹھاتا رہا ہے، جس کے اثرات گو آج دھندلے پڑ گئے ہیں مگر تاریخ کی روشنی میں اسی آب و تاب سے چمک رہے ہیں۔

علم الکیمیا

علم طب کے دوش بدوش کیمیا نے بھی اطباء اسلام کے ہاتھوں میں نشو و نما پائی، اگرچہ آج اس فن نے بعید ترقی کر لی ہے۔ پھر بھی جو جدید اکتشافات ہو رہے ہیں، ان کی جڑ وہی چیزیں ہیں، جن کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی تھی، انہوں نے مختلف قسم کے تیزاب نکالے، نائٹرک ایسڈ، نائٹرک ہیڈرو کلورک ایسڈ وغیرہ، ایجاد کئے، پوٹاس، ایمونیا، نائٹریٹ آف سلور، کلورائیڈ آف مرکری وغیرہ کیمیاوی مادے تیار کئے سلفیورک ایسڈ اور الکحل جیسی چیزیں اختراع کیں، اس لئے ڈاکٹر ڈریپر کا یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے کہ "انہوں نے تیزابوں کی ایجاد اور سائنٹیفک نقطۂ خیال سے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی۔

مورخ گبن بھی اس بات کا قائل ہے کہ "علم کیمیا اپنے ارتقاء اور اصلیت کے لئے اہل عرب کی سعی و کوشش کا رہین منت ہے انہوں نے سب سے پہلے تقطیر کے لئے قرع انبیق ایجاد کیا۔

بارود کی ایجاد

علم کیمیا کی سب سے بیش بہا ایجاد بارود ہے۔ اس اعلیٰ درجہ کی ایجاد کو ناواقفیت سے اہل فرنگ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ خاص اسلامی ایجاد ہے، اس کی نسبت عیسائی مؤرخ جرجی زیدان لکھتا ہے:

(۱) بارود اہل عرب کے یہاں ایک مشہور چیز تھی اور وہ لوگ اس زمانہ سے نصف صدی قبل ہی اس کا استعمال اپنی لڑائیوں میں کرتے رہے تھے جس زمانہ میں اہل فرنگ شوارٹس کو اس کا موجد بتاتے ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں اہل عرب نے بارود بنانے کی ویسی ہی ترکیب بیان کی ہے جیسی کہ آج کل پائی جاتی ہے۔

(۲) اہل عرب حیرت انگیز مگر خوفناک ایجادات میں ابھی زیادہ مشغول نہ ہونے پائے تھے کہ نہایت اہم نتائج ظہور پذیر ہونے شروع ہوئے۔ سائنٹیفک نقطۂ نگاہ سے تیزابوں کی ایجاد نے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی اور سیاسی نقطۂ نظر سے بارود کی ایجاد نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔

گھڑی کی ایجاد

مسلمانوں ہی نے گھڑی کی ایجاد کی تھی جو زمانۂ حال کے تمدن و معاشرت میں جزو لاینفک بنی ہوئی ہے اور جس کے بغیر دنیا کا کام بمشکل چل سکتا ہے، اہل یورپ اور خصوصاً فرانسیسی مؤرخ تو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سب سے پہلی گھڑی جس کا علم ان کے ملک میں ہوا وہ گھڑی تھی۔ جو خلیفہ ہارون الرشید نے ۸۰۷ء میں شارلیمین شاہ فرانس کو بھیجی تھی۔ اور اس زمانے کے لحاظ سے ایسی عجیب وغریب چیز تھی، جس نے شارلیمین کے درباریوں کو حیرت میں ڈال دیا اور وہ اسے سحر سمجھنے لگے یہ گھڑی اس صنعت سے بنائی گئی تھی کہ اس میں بارہ چھوٹے چھوٹے دروازے رکھے گئے تھے ہر گھنٹہ گزرنے کے بعد دروازہ کھلتا تھا۔ اور اس میں سے گھنٹوں کی تعداد کے مطابق تانبے کی گولیاں ایک لوہے کے تھال پر گر کر آواز دیتیں، اور اس وقت تک یہ دروازہ کھلا رہتا۔ جب ان بارہ دروازوں کا دورہ پورا ہوجاتا تو بارہ سواروں کی تصویریں دروازوں سے نکل کر گھڑی کی سطح پر چکر لگاتیں

قطب نما

آلہ قطب نما کی ایجاد بھی عربی دماغ کی ممنون ہے۔ اس کا استعمال اہل عرب نے گیارھویں صدی عیسوی کے آغاز میں کیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کے موجد اہل چین ہیں۔ مگر بقول لیبان اس کا کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا۔ کہ انہوں نے دریائی سفر میں اس کا استعمال کیا ہو بخلاف اس کے اہل عرب بڑے جہاز ران تھے اور چین سے اس وقت ان کے تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ جب اہل یورپ کو اس ملک کے وجود تک کا علم نہ تھا۔ وہ لوگ اسے سمت قبلہ درست کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے اور بری و بحری دونوں طرح کے سفر میں اس سے کام لیتے تھے۔ ڈاکٹر لیبان اور موسیو سدیو نے بدلائل ثابت کیا ہے۔ کہ اس کے موجد مسلمان تھے۔ اور انہوں ہی نے اسے اول اول یورپ میں پہنچایا۔

کاغذ سازی

فن کاغذ سازی کو رواج دے کر مسلمانوں نے دنیا کو فی الواقع اپنا بہت بڑا احسان مند بنایا ہے۔ جو بمقابلہ دیگر احسانات کے زیادہ وزنی ہے، اور اس طرح اشاعت علم کی وہ مہتم بالشان اور کارآمد خدمت انجام دی۔ جس کی توقع مسلمانوں کی علم دوست قوم ہی سے ہو سکتی تھی۔ ازمنۂ وسطیٰ میں اہل یورپ مدت تک صرف چمڑے پر لکھتے رہے جو اس قدر گراں تھا کہ کتابوں کی اشاعت نہ ہوسکتی تھی اور چند روز میں وہ اس قدر نایاب ہوگیا۔ کہ یونانی و رومی راہبوں نے بڑی بڑی قدیم تصنیفات کے حروف چھیل کر ان کے صفحوں پر اپنے مذہبی رسائل لکھنے شروع کئے اگر مسلمان کاغذ سازی کو رواج نہ دیتے تو یہ راہب کل قدیم تصنیفات کو جن کے وہ محافظ سمجھے جاتے تھے تلف کر دیتے۔ انہی مسلمانوں کی بدولت نہ صرف ان کی مذہبی قدیم کتابیں محفوظ رہ گئیں بلکہ اشاعت علوم میں معتدبہ ترقی ہوئی، مشہور مؤرخ گبن کو اس امر کا اعتراف ہے کہ اسلامی کو اس امر کا اعتراف ہے کہ اسلامی ممالک میں سے کاغذ سازی کی بیش بہا صنعت یورپ میں پہنچی۔ موسیو سدیو لکھتا ہے کہ ۷۵۱ء میں سمرقند و بخارا میں ریشم سے کاغذ بنائے جانے لگے تھے اور ۷۰۶ء میں یوسف بن عمرو نے ریشم کی بجائے روئی کا کاغذ ایجاد کیا، جو کاغذ دمشقی کے نام سے مشہور ہے، اور جس کا ذکر مؤرخین یونان نے بھی کیا ہے، اسپین میں پرانے کپڑوں اور چیتھڑوں سے کاغذ بنانے کے کارخانے عام طور پر قائم ہوگئے تھے تیرھویں صدی عیسوی میں عربی کاغذ کا قسطنطنیہ میں رواج ہوا۔ اور وہاں سے فرانس، اٹلی، انگلستان، جرمنی وغیرہ ممالک یورپ میں پہنچا۔

عربوں کی جہاز رانی

مؤلفہ حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے سمندر کی متلاطم موجوں کے اندر جو کارہائے نمایاں کئے تھے ان کی کوئی زندہ یادگار اس وقت موجود نہیں ہے، صرف تاریخوں میں ان کی بحری جدوجہد کا متفرق طور پر تذکرہ موجود ہے۔ لیکن ان پراگندہ معلومات کو اگر ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو دنیا کو صاف معلوم ہوجائے کہ کبھی زمانے میں مسلمان بحر و بر دونوں پر چھا گئے تھے۔ اور انہوں نے جس طرح خشکی میں ہزاروں سربفلک عمارتیں بنائی تھیں، اسی طرح سمندر کی سطح پر جہازوں کی ایک دنیا آباد کر دی تھی۔ کتاب مذکور کے اوراق سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے بھی اہل عرب جہاز رانی میں کافی استعداد رکھتے تھے۔ البتہ دور اسلام میں مسلمانوں کی جہاز رانی کا جو سلسلہ عہد فاروقی، عہد عثمانی، اور عہد بنو امیہ اور عہد عباسیہ میں قائم ہوا۔ اس سے مسلمانوں کے بحری کارناموں میں مزید ترقی ہوتی گئی، عربوں ہی نے سمندروں کی صحیح پیمائش کی ہے اور اس کے متعلق قدیم فلاسفہ کی بہت سی غلطیاں ثابت کیں۔ سمندروں کے نقشے مرتب کئے۔ ہواؤں اور جزیروں سے واقفیت حاصل کی، جہاز رانی کے قوانین مدون کئے سمندروں میں مینار اور لائٹ ہاؤس بنائے قطب نما ایجاد کیا، یا کم از کم اس سے کام لیا، جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے تجربات پر کتابیں لکھیں، ڈوبے ہوئے جہازوں کے نکالنے کے آلات بنائے۔ غرض اس قسم کی بہت سی معلومات ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں فن جہاز رانی نے جو ترقی کی ہے اس کا ابتدائی خاکہ عربوں ہی نے قائم کیا تھا۔

ترقی کا باعث

مسلمانوں کے علمی وعملی کارناموں کی داستان بہت ہی طویل ہے۔ مگر میں اسے اب ختم کرتا ہوں مقصد اس داستان سرائی سے یہ ہے کہ مسلمان محسوس کریں کہ مسلمان مسلمان رہ کر نظام مادی کے تمام کارخانوں کا موجد، منتظم اور سرپرست ہوسکتا ہے

اور مسلمان ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی دست گیری فرمائے گا۔ تو بام عروج کے

انتہائی زینہ تک ایسی تیزی اور سرعت سے بڑھ جائے گا۔ کہ غیر مسلم اقوام میں اس کی نظیر ناممکن ہوگی۔ مسلمان جب قرآن کے پابند تھے، خدا تعالیٰ ان کا حامی و مددگار رہتا تھا مذکورۃ الصدر چیزوں کے حصول کا اصلی باعث یہی یہی تھا کہ انہوں نے احکم الحاکمین کے قانون پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان کی دستگیری کی۔ دنیاوی علوم میں ان کی شرح صدر فرمائی۔ دنیا میں انہیں اقوام عالم کا امام بنایا اور آخرت میں انہیں جنت کا مستحق ٹھہرایا گویا انہیں رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً کا پورا مصداق بنایا۔ در اصل یہ علوم وفنون اور یہ ترقیاں فرع تھیں اصل اور جڑ اتباع قرآن تھا۔ جب جڑ خشک ہوچکی ہے تو شاخیں کس طرح ہری بھری نظر آسکتی ہیں۔ شہنشاہی اعلان ملاحظہ ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ ط

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک وہ اپنے حالات خود نہ بدلیں لہٰذا اب ہم مسلمانان ہندوستان میں قانون الٰہی سے طغیان، عصیان اور عدوان آیا تو اللہ تعالیٰ نے حکومت کو غلامی، عزت کو ذلت اور راحت کو رنج سے بدل دیا وَمَا ظَلَمْنٰہُمْ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔

دعوت الی القرآن

برادران اسلام! آئیے دروازۂ الٰہی پر پھر جبین نیاز جھکائیں مالک الملک کے روبرو گڑگڑائیں۔ سابقہ گناہوں سے معافی مانگیں۔ آئندہ کے لئے ایفاء عہد بندگی کے نصاب تعلیم کو معمول بہ بنائیں اس کے ان زریں اصول کو شب و روز کا دستور العمل ٹھہرائیں جن پر عمل پیرا ہونے سے دنیا میں حکومت، عزت راحت اور شادمانی پائیں اور آخرت میں جنت الفردوس کے وارث بنائے جائیں ورنہ یاد رکھیں۔ دنیا کے جمیع علوم و فنون میں خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ ہو جائے اگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں باگ نہیں ہے تو وہ ترقی حقیقت میں تنزل اور بربادی کا باعث ہوگی۔

آلات حرب کی زحمت

مادی ترقی کرنے والوں میں اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہے اس کے محاسبے کا ڈر ہے تو وہ ترقی سعادت اور رحمت ہوگی امن کی ذمہ دار ہوگی۔ اخلاق حمیدہ کو انتہائی کمال پر پہنچائے گی ورنہ شقاوت و زحمت ہوگی۔ بدامنی کا علم بردار ہوگی اخلاق سوزی کی حامی ہوگی اس ناقابل تردید مضمون کی شہادت یورپ کی موجودہ ترقی میں پائی جاتی ہے۔ آج کل یورپ بڑا ترقی یافتہ سمجھا جاتا ہے، آپ کو معلوم ہوگا کہ اٹلی نے حبشہ میں کیا کیا مظالم توڑے، فلسطین میں کیا ہو رہا ہے۔ تمام سلطنتیں ہوس ملک گیری کو پورا کرنے کے لئے کیا کچھ کر رہی ہیں۔ بنی نوع انسان کو تباہی کے گھاٹ اتارنے کے لئے کس کس قسم کے آلات حرب وضرب تیار کئے جاتے ہیں اور طرح طرح کی گیسیں پیغام موت پہنچانے کے لئے بہم پہنچائی جاتی ہیں، مشین گنوں اور بڑے دہانوں کے ہوٹزر توپیں تیار کی جاتی ہیں۔ جو ستر ستر میل تک انسانی نسل کو مٹانے والی ہوں۔ فقط اسی پر اکتفا نہیں، بلکہ اگر کوئی انسان خشکی سے بھاگ کر پانی میں جاکر پناہ لے تو اسے عدم آباد میں پہنچانے کے لئے دریائی نالوں پر بڑی بڑی توپیں نصب شدہ ہیں۔ اگر پانی کے اندر چھپنا چاہے تو آبدوزیں اور تارپیڈو اس کی روح قبض کرنے کے لئے آمادہ نظر آئیں گی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مادی ترقی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جو انسانوں پر مسلط ہے لہٰذا اس کا وجود رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے۔ پیغام حیات نہیں بلکہ آلہ موت ہے اور انسانیت کے لئے باعث ننگ و عار ہے

مہذب یورپ کی خونخواری

علم برداران تہذیب نے ۱۹۱۴ء میں جو جنگ لڑی ہے اس میں انسانی خون کی ارزانی مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے ظاہر ہے

فہرست اموات

روس	سترہ لاکھ			
جرمنی	سولہ	"		
فرانس	تیرہ	"	۹۸ ہزار	۳۱۵
آسٹریا ہنگری	آٹھ	"		
برطانیہ	چھ	"	۵۸ ہزار	۸۰۴
اٹلی	چار	"	۹۴ ہزار	
ٹرکی	دو	"	۵۰ ہزار	

فہرست مجروحین

روس	انچاس لاکھ پچاس ہزار			
جرمنی	۴۰	"	۹۴ ہزار	
فرانس	۲۸	"		
آسٹریا ہنگری	۳۰	"		
اٹلی	۹	"	۵۹ ہزار	۱۳۸
برطانیہ	۲۰	"	۳۳ ہزار	۴۲

مذکورۃ الصدر تعداد ایک جنگ کی اموات اور مجروحین کی ہے۔ اس جنگ عظیم میں جمیع اقوام مقتولین کی مجموعی تعداد تقریباً ایک کروڑ ہے۔ اور مجروحین جو آئندہ کام سے تقریباً بے کار ہوگئے، ان کی تعداد چار کروڑ ہے۔ اور تمام ممالک کے لاپتہ سپاہیوں کی تعداد اس کے علاوہ ہوگی۔ اس کے مقابلہ میں حضور انور سید الکونین نبی الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وسرایا کی شرح اموات ملاحظہ ہو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں کم و بیش اسی لڑائیاں شمار کی جا سکتی ہیں اگر ان تمام غزوات وسرایا کے مقتولین کی تعداد کو جمع کیا جائے تو ایک ہزار اٹھارہ ہوتی ہے۔ جو فریقین کے مقتولین کی مجموعی تعداد ہے جب ایک ہزار اٹھارہ کو اسی پر تقسیم کیا جائے تو فی جنگ تیرہ سے بھی کم اوسط نکلتا ہے۔ جو عرب جیسے وسیع ملک کو فتح کرنے کے لحاظ سے بالکل صفر کے برابر ہے۔

کیا وحشی اور ملحد عرب کو متمدن اور متدین عرب بنانے صدیوں اور نسلوں کی عداوت کو مٹا کر اخوت اور روحانیت قائم کرنے اور ڈکیتی اور خونخواری کی وارداتوں کو روک کر امن وامان قائم کرنے کے لئے ایک ہزار اٹھارہ نفوس کی قربانی کوئی بہت بڑی قربانی ہے؟ اس کے مقابلہ میں ذرا دیکھئے کہ فرانس اور امریکہ کو جمہوریت کے قائم کرنے میں کس قدر قربانیاں کرنی پڑیں اور انگلستان کو پارلیمنٹ کے قائم کرنے میں کتنے خون بہانے پڑے، پھر آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقابلے میں عرب کی استبدادیت کو فنا کرکے جمہوریت کے استوار کرنے میں گویا ایک خون بھی نہیں بہایا

دنیا داروں کی لڑائیوں کو جانے دو۔ ذرا مقدسین کے حالات پڑھو کہ انہوں نے کیا کچھ کیا، یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا۔ ان کی تعداد لاکھوں سے بھی زائد ہے۔

جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاک شدہ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔ اکیلے ملک اسپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو ہلاک کیا تھا۔ جن میں سے تیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلا دیئے گئے۔ امریکہ کی جنگ آزادی میں سات لاکھ انسان قتل ہوگئے۔

اور خیال کیجئے سیدالمرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرب جیسے وسیع ملک میں فریقین کی صرف ایک ہزار اٹھارہ قربانیوں کے بعد اس قدر روحانی، اخلاقی، مادی اور ملی فوائد حاصل کئے۔ جن کو بحیثیت مجموعی آج تک دنیا کی کوئی قوم اور ملک حاصل نہیں کر سکا۔

متبعین قرآن کی راہ عمل

قرآن نے اپنے متبعین کو مادی ترقی کے تمام راستوں پر گامزن ہونے کی اجازت دی ہے چنانچہ آپ میری گزشتہ عرضداشت سے اس نتیجے پر یقیناً پہنچ سکتے ہیں۔ کہ اسلام گوشۂ تنہائی میں بیٹھنا یا کتابوں کا کیڑا بننا نہیں سکھاتا بلکہ ایک مسلمان اعلیٰ سچا اور پکا مسلمان رہ کر علوم دنیاوی کے ہر ہر شعبے میں ترقی کر سکتا ہے مثلاً ایک مسلمان اعلیٰ درجہ کا ڈاکٹر مسیح الملک شفاء الملک بھی ہوسکتا ہے۔ اور اعلیٰ درجہ کا فلسفی، مہندس، ماہر علم ہیئت اور بہترین ریاضی دان بھی ہوسکتا ہے۔ ایک مسلمان اعلیٰ درجہ کا سیاح بہترین مؤرخ اور جغرافیہ دان بھی ہوسکتا ہے مسلمان تجارت کی منڈیوں کا سب سے بڑا سوداگر اور فن جہازرانی میں ممتاز درجہ پا سکتا ہے۔

لیکن مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان ہونے کے مندرجہ ذیل اصلاحی پروگرام کبھی نہیں بھولنا چاہیئے۔ جو قرآن حکیم نے ان کے لیے تجویز کیا ہے۔ اس اصلاحی پروگرام میں انفرادی اور اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی زندگی کا نظام العمل پایا جاتا ہے۔

انفرادی زندگی کا اصلاحی پروگرام

تفصیل اصلاحات

پہلی اصلاح

تعلق باللہ کی درستی پہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مقصد حیات انسانی اصلاح تعلق باللہ ہے، چنانچہ اس کے متعلق دفعات ذیل ملاحظہ ہوں

(ا) اے انسان! خدا تعالیٰ کے سوا تیرا کوئی حاجت روا نہیں ہے۔

(ب) تیری تکالیف کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دور نہیں کر سکتا۔

(ج) سوائے خدا کے تیرا کوئی معبود نہیں ہے

(د) سوائے خدا کے تیرا کوئی مسجود نہیں ہے

دوسری اصلاح

قرآن نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے۔ کہ دنیا کی زندگی کھیل اور تماشا ہے۔ اور اصلی زندگی آخرت کی ہے۔

قولہ تعالیٰ: وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (عنکبوت۔ ع)

ترجمہ۔ اور یہ دنیا کی زندگی بجز کھیل اور تماشے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اصل زندگی آخرت کی ہے۔ اگر انہیں اس چیز کا علم ہوتا۔ تو ایسا نہ کرتے۔

تیسری اصلاح

مسلمان کو دنیا کے ہر کام میں رضائے الٰہی کا طالب ہونا چاہیئے۔ تاکہ اس کا ہر عمل اس پاک نیت سے صالح کہلائے اور نجات آخرت کا ذریعہ بن جائے۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (پ ع)

ترجمہ۔ پھر پورا دیا جائے گا۔ ہر نفس کو جو کچھ اس نے کمایا ہے۔ اور ان پر بالکل ظلم نہ ہوگا۔ کیا جس شخص نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اس شخص کی مثل ہوسکتا ہے۔ جو اللہ کے غضب سے لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے

چوتھی اصلاح

قرآن نے مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے۔ کہ جان اور مال تیرا نہیں ہے۔ تجھے ان کے عوض میں خدا تعالیٰ نے جنت لینی ہے

قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (الاٰیۃ) پ ۱۱ ع ۳

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلہ میں خرید لیے ہیں

اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ مسلمان کی کوئی نقل و حرکت اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوگی۔ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کی کمائی کی ایک ایک کوڑی بامر الٰہی صرف ہوگی۔ مثلاً ایک سچا مسلمان تضیع مال۔ تضیع اوقات اور تضیع ایمان کے ڈر سے سینما اور تھاکیز جیسے مراکز فسق و فجور میں قدم نہیں رکھے گا۔ جب ان کا گزر ایسی بیہودہ جگہوں سے ہوگا تو شریفانہ گزر جائے گا۔

قولہ تعالیٰ۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو شریفانہ طور پر گزر جاتے ہیں۔ (پ ۱۹ ع ۴)

پانچویں اصلاح

قرآن نے مسلمان کو یہ پیغام دیا ہے تیری پیدائش کی غرض و غایت۔ جلب زر، حصول جاہ، تعمیر مکانات عالیہ، فتوحات ملکیہ نہیں ہے۔ بلکہ تو خدا کا بندہ ہے۔ بندگی کا حق ادا کرنے کے لیے آیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ (پ ع)

ترجمہ۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو سوائے اس کے اور کسی مقصد کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں میں ان سے رزق نہیں چاہتا اور میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے کھلائیں۔

اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ایک سچا مسلمان اسباب تعیش کو کبھی اپنی زندگی کا نصب العین نہیں بنائے گا۔

چھٹی اصلاح

قرآن نے مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے کہ ایک سچے مسلمان کو دنیا کا کوئی کاروبار یاد الٰہی کے فرائض سے غافل نہیں کر سکتا۔ اور نہ شہنشاہی دربار (مساجد) کی پنج وقتہ حاضری میں مانع ہوسکتا ہے۔

قولہ تعالیٰ۔ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝

(النور۔ ع)

ترجمہ۔ وہ ایسے گھروں میں جا کر عبادت کرتے ہیں۔ جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ ان کا ادب کیا جائے۔ اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے ان (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح وشام اللہ کی پاکی (نمازوں میں) بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت (اور) وہ ایسے دن کی دار و گیر سے ڈرتے ہیں۔ جن میں بہت سے دل اور بہت

سی آنکھیں الٹ جائیں گی۔

ساتویں اصلاح

قرآن حکیم نے اپنے متبعین کو اعلیٰ درجے کا با اخلاق بننے کی ہدایت کی ہے۔ اگرچہ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا کے قاعدہ کی بنا پر ظالم سے انتقام لینے کی اجازت ہے مگر اخلاق کا اعلیٰ معیار یہ ہے۔ کہ بُرائی کی بجائے بھلائی کرے۔

قولہ تعالیٰ۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ (حٰمٓ السجدہ ۵ ع)

ترجمہ۔ بدی کو اس خصلت کے ساتھ دفع کر جو بہت اچھی ہو۔ پس ناگہاں وہ شخص جسے تم سے عداوت ہے (ایسا ہو جائے گا) گویا وہ قرابت والا دوست ہے اور یہ بات ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جو بڑے مستقل ہیں۔ اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے۔ جو بڑا صاحب نصیب ہے۔

مسلمان کی اجتماعی زندگی کا اصلاحی پروگرام

آٹھویں اصلاح

(ا) فرامین الٰہیہ یعنی قرآن اور احادیث نبویہ کو پیش نظر رکھ کر رہنمایان قوم کی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (الآیۃ) (سورۃ النساء ع)

ترجمہ۔ مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اپنے مسلمان حاکموں کی فرماں برداری کرو۔

(ب) مسلمانوں کا باہمی جھگڑا ہو جائے۔ تو پنچایتوں میں اس کی صلح کرا دو۔ تاکہ مقدمہ عدالت میں نہ جائے۔ قولہ تعالیٰ:- وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (سورۃ الحجرات ع)

ترجمہ۔ اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں۔ تو ان کی صلح کرا دو۔

سوائے اس کے نہیں کہ مسلمان سب بھائی ہیں لہذا اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور خدا سے ڈرو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

(ج) کوئی مسلمان کسی بھائی پر تمسخر نہ اڑائے

لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ (الآیۃ)

ترجمہ۔ نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیئے (حجرات ع)

(د) ایک دوسرے کو طعنہ مت دو۔

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (الآیۃ) (حجرات ع)

ترجمہ۔ اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر

(ہ) آپس میں بُرے لقبوں سے مت پکارو

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (الآیۃ) (حجرات ع)

ترجمہ۔ اور نہ ایک دوسرے کو بُرے لقب سے پکارو۔

(و) تحقیق کیے بغیر کسی کے متعلق کوئی گمان فاسد دل میں مت لاؤ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ (الآیۃ) حجرات ع

ترجمہ۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو

(ز) کوئی مسلمان کسی مسلمان کے خلاف پراپیگنڈا نہ کرے

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (الآیۃ) (حجرات ع)

ترجمہ۔ اور نہ بد کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو

اقتصادیات اور قرآن

نویں اصلاح

فضول خرچی سے بچو اگر مسلمان ان ہدایات پر عمل پیرا ہو۔ تو افلاس و ناداری یقیناً دور ہو جائے

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ○

ترجمہ۔ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو حق دے دے اور فضول خرچی نہ کر (بنی اسرائیل ع)

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○

ترجمہ۔ اپنے ہاتھ کو گردن کے ساتھ باندھا ہوا نہ رکھ اور بہت زیادہ کشادہ بھی نہ رکھ پھر تو بیٹھ رہے گا ملامت کیا ہوا پچھتاتا ہوا (بنی اسرائیل ع ۳)

دسویں اصلاح

قرآن کا سیاسی نظام۔ اگر ان اصول سیاسیات پر مسلمان عمل پیرا ہوں۔ تو میدان سیاست میں کبھی شکست نہیں کھا سکتے۔

(ا) میدان جنگ میں اپنے افسر کی اطاعت کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

ترجمہ۔ اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول اور اپنے مسلمان حاکموں کی فرماں برداری کرو۔

(ب) دشمن کے مقابلے میں میدان جنگ میں باہمی جھگڑوں سے بچو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (انفال۔ رکوع ۶)

ترجمہ۔ اے مسلمانو! جب تم دشمن کے مقابلہ میں جاؤ تو ثابت قدم رہو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ تاکہ تم نجات پاؤ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو۔ آپس میں نہ جھگڑو۔ پس سست ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو۔ تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(ج) فرض منصبی کے ادا کرنے میں کسی قسم کی خیانت نہ کرو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ (انفال ع)

ترجمہ۔ اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول اور آپس میں ایک دوسرے کی امانت میں خیانت نہ کرو

ضروری عرضداشت

اسلام کے متعلق ہمارے ہر دعوے کی صداقت کا معیار فقط رسول اللہ صلی اللہ کا طرز عمل ہے۔ عبادات، معاملات، تمدن، معاشرت، اقتصادیات اور سیاسیات میں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا رنگ ہو گا۔ تو ہم مسلمان ہیں۔ اگر یہ نہیں ہے۔ تو ہمارے زبانی دعووں سے کچھ نہیں بن سکتا۔

قولہ تعالیٰ۔ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ

ترجمہ۔ اے مسلمانو! تمہاری اور اہل کتاب کی آرزوؤں پر فیصلہ نہیں ہے۔ جو شخص برائی کرے گا سزا پائے گا۔ (پ۵ ع ۱۵)

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○

ترجمہ۔ اور ہدایت کے واضح ہونے کے بعد جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کے راستہ کے خلاف کوئی دوسرا راستہ چلے گا ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے۔ کرنے دیں گے اور آگے چل کر اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ (پ۵ ع ۱۴)

تباہی کا باعث

برادران اسلام! مجھے اجازت دیجئے کہ رخصت ہونے سے پہلے اس عنوان پر آخری چند کلمات عرض کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ۔

ترجمہ۔ اے مسلمانو! تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی بالشت کے ساتھ بالشت اور

ہاتھ کے ساتھ ہاتھ بھر تابعداری کرو گے۔

یہود کے امراض میں سے ایک مرض یہ بھی تھا کہ عقیدہ میں اپنی آسمانی کتاب (توراۃ) کو سچا جانتے تھے۔ اور عمل میں سے اس سے بے اعتنائی کرتے تھے۔ وہی حالت آج کل ہماری ہے۔ عقیدہ کے لحاظ سے قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ پر ایمان ہے عمل کے لحاظ سے (باستثناء افراد عدیدہ) قرآن سے عملاً اعراض ہے۔ کیا جس طرح دنیا کے دوسرے علوم و فنون کے حاصل کرنے کے لیے دماغ صرف کیا جاتا ہے۔ اتنی محنت اس پاک کتاب کے مطالب سمجھنے کے لیے کی جاتی ہے؛ کیا جس طرح دوسرے علوم و فنون دنیوی کے حاصل کرنے کے لیے ماہرین فن کی تلاش کی جاتی ہے۔ اسی طرح بہتر سے بہتر قرآن دان علماء کی تلاش بھی کی جاتی ہے؛ کیا جس طرح سائنس کے تجربات کے دیکھنے کے لیے تجربہ کار سائنس دان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جاتا ہے؟ کیا قرآن کا عملی رنگ اپنے اوپر چڑھانے کے لیے عامل قرآن کی تلاش کی جاتی ہے؟ کیا اگر قرآن عزیز پر عمل پیرا ہوں۔ تو ہم اسی طرح ہر لحاظ سے ذلیل و خوار نظر آئیں؟ قرآن پر عمل کرنے والوں کے لیے تو یہ ارشاد ہے۔

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

ترجمہ۔ اور تم ہی سب سے برتر رہو گے بشرطیکہ تم مومن رہے

کیا اللہ تعالیٰ جس قوم کا مددگار ہو۔ وہ ہم جیسی بے یار و مددگار، ذلیل و رسوا ہو سکتی ہے؟

قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدلیں یہ یاد رہے کہ موجودہ حالت کبھی بدل نہیں سکتی۔ جب تک ہم خود بدلنا نہ چاہیں۔

کس قسم کی تبدیلی

ہم نے آج کل اسوہ حسنہ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر اسوۂ یورپ کو اختیار کیا ہے۔ صورت و سیرت وضع و قطع، تمدن و معاشرت، غرض کہ ہر چیز میں ہم یورپ کے نقال ہیں۔ یہاں تک کہ ہم نے اپنا ذوق بھی ان کے ذوق کے تابع بنا لیا ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونے کی طرف دعوت دے۔ اسے اولڈ فیشن، دقیانوسی، ملاّ تنگ خیال و تاریک خیال کے بڑے القاب دیئے جاتے ہیں۔ ہاں یہ میں مانتا ہوں۔ کہ یورپ میں بعض خوبیاں بھی ہیں ان کے لینے سے انکار نہیں ہو سکتا مگر واقعہ اس کے خلاف ہے۔

یورپ کی برائیاں تو ہمارے نوجوان ساری لے لیتے ہیں۔ اور خوبیوں سے پرہیز کرتے ہیں

میں مانتا ہوں کہ یورپین میں مثلاً مندرجہ ذیل خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

مفادِ ملت پر ذاتی اغراض کو قربان کرنا
قوم فروشی کو بدترین گناہ سمجھنا۔
اپنے فرض منصبی کو دیانت سے نباہنا
اوقات کی پابندی کا خیال رکھنا۔
اپنے افسر کی پورے طور پر اطاعت کرنا
اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے اپنے ہم وطنوں ہی کو فائدہ پہنچانا۔

برادران اسلام! ہم میں سے شاذ و نادر ہی کوئی ایسا ہوگا۔ جو مذکورہ بالا خوبیاں ان سے اخذ کرے اور بہت ہی کم نوجوان ایسے نکلیں گے۔ جو یورپ کی مندرجہ ذیل برائیاں اخذ نہ کریں۔ شلاً تفریحات یورپ، سینما ٹاکیز میں جانا، گراموفون بجانا، ہارمونیم کا شوق رکھنا عورتوں کو بے پردہ ساتھ لیے پھرنا، ظاہری نمائش پر بے دریغ روپیہ صرف کرنا وغیرہ۔

معذرت

برادران عظام! مجھے امید ہے کہ میری اس تلخ نوائی پر آپ کو ملال نہیں ہوگا۔ میں اور آپ ملت اسلامیہ کے ایک ہی رشتہ میں منسلک ہیں، سرور دو جہان کا فرمان ہے۔

اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اشْتَکٰی کُلُّہٗ وَاِنِ اشْتَکٰی رَاْسُہٗ اشْتَکٰی کُلُّہٗ ترجمہ۔ سب مسلمان ایک انسان کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ بیمار ہے۔ تو سارا وجود بیمار ہے۔ اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہے۔ تو بھی سارا وجود بیمار ہے۔

لہٰذا میں آپ کا ہوں اور آپ میرے ہیں مجھے حق ہے کہ جو چیز آپ کے لئے مضر خیال کروں، اس سے مطلع کروں۔ اگر آپ یورپ والوں کی خوبیاں لیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

کَلِمَۃُ الْحِکْمَۃِ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا

ترجمہ۔ حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ جہاں پائے اس کا وہ زیادہ مستحق ہے۔

یاد رکھیئے تمسک بالحدیث کے سوا اتباع قرآن ناممکن ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم عربی زبان میں ہے عربی زبان میں وسعت ہے، اس کے علاوہ اس امر کے معلوم کرنے کی بھی ضرورت رہتی ہے کہ کن حالات اور کن اسباب کے ماتحت یہ احکام نازل ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث ان کی مراد کو بیان فرمائیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور انور کے ارشادات پر مہر توثیق لگا دی ہے

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ ترجمہ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے نہیں بولتے سوائے اس کے نہیں کہ وہ وحی ہے جو وحی کی جاتی ہے۔

کہ آپ جو فرمائیں گے وہ میری مراد ہی سمجھی جائے گی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا۔ یا عمل کر کے دکھایا۔ صحابہ کرام کی وساطت سے نسلاً بعد نسل ہم تک پہنچا۔ اس کا نام حدیث شریف ہے۔ لہٰذا یہ چیز بھی طلبہ کے ذہن نشین کرنی ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی وہی مراد ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر حدیث شریف سے انسان دست بردار ہو جائے تو اس کا الحاد میں پھنس کر من یشاقق الرسول کے جرم میں مبتلا ہونا یقینی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

نقل سارٹیفکیٹ برائے نو مسلمی

آج ۳۱ جنوری سنہ ۱۹۶۴ء کو مسمی سردار ولد غبیر سکنہ قلعہ ایکوا ک سنگھ ضلع شیخوپورہ قوم علیانی عمر تقریباً ۴۴ سال معہ بیوی اور بچوں کے سنہری مسجد میں بدست مولوی محمد علی صاحب خطیب مسجد سنہری اسلام میں داخل ہوا اسلامی نام محمد رمضان اور اس کی بیوی کا نام مسماۃ رسولاں اب اسلامی نام شریفاں بی بی رکھا گیا ہے اور اس کے پانچ بچے بھی ہیں جن کا اسلامی نام علی الترتیب عسکر علی عمر تقریباً ۴ سال اور مقبول احمد عمر تقریباً ۲ سال تین لڑکیاں ایک کا نام پروین بی بی دوسری کا نام ثریا بی بی تیسری کا نام اقبال بی بی رکھا گیا۔ پروین کی عمر تقریباً ۹ سال اور ثریا بی بی کی عمر ۵ سال اور اقبال بی بی کی عمر $\frac{1}{2}$ ۱ سال ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور مذکورین کو اسلامی بھائی بہن تصور کریں حق تعالےٰ اس خاندان کو اسلام پر قائم دائم رکھے اور ان کی موت اسلام و ایمان پر ہو۔ آمین یا رب العالمین

دستخط مفتی محمد علی صاحب خطیب سنہری مسجد لاہور

مہر

دوبارہ اس خاندان کو چوڑے کے لفظ سے نہ پکارا جائے۔ یہ خاندان اب مسلمان ہو چکا ہے

از محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

کلام اللہ

قران شریف کو کلام اللہ یعنی خدا کا کلام بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ خدا کے اندر کا کلام ہے۔ اور اسی لئے باقی آسمانی کتب سے ممتاز ہے۔ باقی آسمانی کتابیں کتاب اللہ تو ہیں۔ مگر کلام اللہ نہیں ہیں یہ شرف صرف قرآن شریف ہی کو حاصل ہے اور کسی کتاب کو نہیں۔

کلام اللہ کے کئی نام ہیں جن میں قرآن زیادہ مشہور ہے۔ قرآن کے معانی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب کے ہیں اور اس حقیقت کا اعتراف دنیا بین الاقوامی کتب کی نمائش میں بھی ہو چکا ہے کہ سب سے زیادہ اور بار بار پڑھی جانے والی کتاب قرآن ہی ہے۔ اور یہ بھی ایک قرآنی عظمت کی دلیل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"برّك بالقران فانه كلام الله"

قرآن سے برکت حاصل کرو کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اسی لیے مسلمان اسے بار بار پڑھتے ہیں اور کبھی نہیں اکتاتے بلکہ ہر بار نئی لذت پاتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ خدا کے اندر کی کلام ہے اسی لیے کہا جاتا ہے۔ کہ قرآن پڑھنے والا قرآن پڑھتے وقت خدا سے ہمکلام ہوتا ہے

کلام پاک رمضان شریف میں نازل ہوا تو جہاں رمضان کی یہ فضیلت ہے کہ اس میں روزے فرض ہوئے وہاں اس ماہ کی ایک بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ اسی مہینے میں مسلمانوں کا ضابطۂ حیات یعنی قرآن نازل ہوا۔ قرآن کیا ہے؟ ایک سرچشمہ ہدایت اور باعث نجات دنیا و آخرت ہے۔ مولا کریم نے نزول قرآن کے متعلق ماہ رمضان کی تخصیص کے بعد وہ رات بھی مخصوص فرما دی جس میں قرآن نازل ہوا قرآن لوح محفوظ سے آسمان اول پر "لیلۃ القدر" میں اترا۔ اس کے علاوہ قرآن کی پہلی وحی بھی اسی رات سے شروع ہوئی۔ اور غار حرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر "سورہ علق" کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ اس رات کو "لیلۃ القدر" یا "لیلۃ مبارکہ" کہا جاتا ہے۔ "اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ" ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا اور لیلۃ القدر کیا ہے "خیر من الف شہر" وہ رات ہے۔ جس کی عبادت تراسی سال چار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ رمضان شریف اور لیلۃ القدر کی فضیلت نزول قرآن کیوجہ سے بھی ہے اور اسی لیے رمضان شریف کو قرآن کی سالگرہ کا مہینہ کہا جاتا ہے حضرت جبریلؑ بھی رمضان المبارک میں رسول پاکؐ کے ساتھ کلام پاک کا دور فرماتے تھے اور اور اسی لیے روزوں میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ برکت اور رحمت سے معمور کتاب ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی تلاوت میں ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکی کا ثواب ملتا ہے سمجھ کر پڑھا جائے تو اس جہاں کی برکت اور عمل کیا جائے تو آخرت کی نجات حاصل ہوتی ہے یہاں تک بات ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن کا ایک اور اعجاز بھی ہے کہ اس کی لفظی۔ معنوی۔ ظاہری اور باطنی حفاظت کا ذمہ خود خداوند کریم نے اٹھایا ہے۔ پہلی آسمانی کتابوں کو دیکھ لیجئے ان کی تعلیم بدل دی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ان میں تحریف کی گئی اور حضور علیہ السلام کا تذکرہ تو ان میں سے بالکل نکال دیا گیا ہے۔ حالانکہ حضورؐ اقدس کی صفات۔ نام اور حلیہ تک پہلی کتب میں مندرج تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا کام خود اپنے ذمے لیا۔ چنانچہ آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے کا یہ کلام من و عن موجود ہے اور اس میں ایک زیر زبر تک کی کمی بیشی نہیں ہوئی کیوں نہ ہو۔ خداوند تعالیٰ خود جو فرماتا ہے۔

اِنَّا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون" تحقیق ہم نے قرآن اتارا اور ہم اس کے محافظ ہیں یہ حقیقت ہے کہ اعراب سے لے کر حروف۔ الفاظ اور آیات بلکہ معنوی تشریح و تفسیر کی مکمل حفاظت کے لئے حافظ۔ قاری۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام موجود ہیں۔ حتیٰ کہ رسم الخط تک محفوظ ہے اور یہ بھی خدا کا کلام ہونے کی ایک دلیل ہے۔

قرآن معجزہ ہے۔ اور اسی لئے تو قرآن خدا کا کلام سب سے ارفع اور اعلیٰ قرار پایا اور اتنے افضل المرسلینؐ پر نازل فرما کر نبی آخر الزمانؐ کی امت کو بھی قرآن اور صاحب قرآن نے ممتاز کر دیا رشد و ہدایت کا یہ منبع روشن دلیل کے ساتھ آیا ہے ہدایت کا یہ مطلب ہے کہ جو بے خبر ہیں۔ ان کو خبردار کرے جو باخبر ہیں ان کی رہنمائی کرے اور جو راہ راست پر چل رہے ہیں ان کو منزل مقصود تک پہنچائے۔ اس طرح قرآن اپنے قاری کو اور عامل کو ان تمام مراحل سے گزار کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے یہ فرقان ہے جو نیکی اور بدی میں تمیز کرتا ہے۔ یہ نور ہے جس کی روشنی میں گم کردہ راہ کو رہنمائی ملتی ہے۔ یہ شفا ہے۔ جس میں ہر دکھ کی دوا اور ہر مرض کا مداوا ہے یہ ذکر ہے جس سے روح کو جلا ملتی ہے اور قلوب صیقل ہوتے ہیں یہ آب حیات ہے جس سے ایمان کو تازگی پہنچتی ہے یہ وہ کلام ہے جو مخلوق نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے۔ جس کا جواب نہیں۔ یہ شفاعت ہے جو قبر سے لے کر قیامت تک اپنے قاری کی حفاظت کرے گا۔ یہ ضابطہ حیات ہے۔ جس سے معاشرت۔ معیشت اور سیاست سے بڑھ کر جہانداری و جہانبانی آتی ہے یہ موعظت ہے اور مبین ہے۔ غرضیکہ سب کچھ ہے۔ مگر یقین شرط ہے حضرت خالدؓ نے خدا کا نام لے کر ایک دفعہ زہر آمیز شہد پی لیا۔ مگر آپ پر کوئی اثر نہ ہوا اور زہر پیش کرنے والا یہودی مسلمان ہو گیا طوالت کا خوف ہے۔ ورنہ جس طرح اللہ کی حمد اور اس کے رسولؐ کی مدح لا متناہی ہے۔ اسی طرح قرآن کے فضائل بھی بے حساب ہیں۔

معجزہ خدا کے اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی نبی کے ہاتھ سے سرزد ہوتا ہے۔ اور یہی فعل خدائی ثبوت بن جاتا ہے۔ جس طرح زمین و آسمان شمس و قمر سب خدا کے معجزے ہیں۔ اسی طرح قرآن بھی خدا کا معجزہ ہے۔ تو جس طرح کوئی اور زمین و آسمان اور چاند ستارے نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح خدائی کلام کا مثل بھی کوئی نہیں بنا سکتا کیونکہ یہ خدا کا ذاتی کلام ہے اور مخلوق بھی نہیں ہے

جن دنوں قرآن نازل ہوا۔ اُن دنوں عرب میں فصاحت و بلاغت اور ادب و شاعری کا بڑا چرچا تھا چنانچہ قرآن کا نزول پر جب کفار نے حضورؐ کو شاعر۔ مسحور اور مجنون کہا تو حضرت علیؓ نے "سورۃ کوثر" لکھ کر خانہ کعبہ

مدرسہ نظامیہ قرآنیہ مسلم روڈ قلعہ گوجر سنگھ لاہور کی اعانت کے لئے مخیر حضرات سے

اپیل

مسلمان بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم سے روشناس کرنے کے لئے دسمبر ۱۹۵۴ء سے مدرسہ نظامیہ قرآنیہ جاری کیا گیا تھا۔ بحمد اللہ مدرسہ اپنی عمر کے ۹ سال پورے کر کے یکم جنوری ۱۹۶۴ء سے دسویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ اس ۹ سال کے عرصے میں بے شمار بچے حفظ و ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ اور اس وقت ۲۲۵ بچے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ مدرسہ کے لئے کوئی جائداد وقف نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اور مستقل ذریعہ آمدن ہے جس سے مدرسہ کے اخراجات پورے کئے جائیں۔ یہ سارے اخراجات مخیر حضرات کے وقتی عطیات سے بصد مشکل پورے کئے جاتے ہیں۔ اس وقت سب سے بڑی تکلیف جو منتظمین مدرسہ کے لئے پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہے وہ مدرسہ کے لئے اپنی جگہ کے نہ ہونے کی ہے۔ مدرسہ اس وقت سو روپے ماہوار پر کرایہ کے مکان میں قرآن مجید کی تعلیم کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ ان ساری تکالیف کا واحد حل یہ ہے کہ مدرسہ کے لئے کسی موزوں جگہ پر مستقل انتظام کیا جائے تاکہ یکسوئی اور سکون کے ساتھ مدرسہ قرآن حکیم کی تعلیم و اشاعت کا کام جاری رکھ سکے۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ متمول و مخیر حضرات اپنا فرض منصبی محسوس کرتے ہوئے اپنے مال میں سے حسب توفیق دل کھول کر مخلصانہ طور پر عطیات اور صدقات وغیرہ سے مدرسہ کی اعانت فرمائیں تاکہ مدرسے کے لئے کوئی موزوں جگہ خرید کر اس کے لئے عمارت تعمیر کی جا سکے۔ اس لئے جملہ اہل خیر حضرات سے استدعا ہے کہ اس کار خیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر سعادت دارین حاصل کریں آپ کی معمولی سی توجہ مدرسہ کے سال بھر کے اخراجات پورے کر سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اس کار خیر کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔

غلام حسین کاشمیری مہتمم مدرسہ نظامیہ قرآنیہ رجسٹرڈ مسلم روڈ قلعہ گوجر سنگھ لاہور

میں لٹکا دی۔ جس سے یہ مراد تھی۔ کہ عرب کا کوئی شاعر یا ادیب ایسا کلام پیش کرے۔ گویا یہ سب کے لیے چیلنج تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ عرب کے تمام شعراء اور ادباء نے گھٹنے ٹیک دیئے اور مجبوراً انہیں لکھنا پڑا کہ ما ھذا الکلام البشر یہ آدمی کا کلام نہیں۔ اسی لیے خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر تمہیں اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے میں شک ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے محمدؐ پر اتاری ہے۔ تو تم سب مل کر اس جیسی ایک ہی سورت پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اس آیۃ مبارکہ سے پہلے دس سورتوں کا چیلنج تھا۔ پھر تین تک محدود کر دیا گیا اور یہ آخری چیلنج تھا کہ زیادہ نہیں تو ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ مگر خدا نے خود ہی فرما دیا کہ اگر تم سب جن و انس مل کر بھی کوشش کرو تو ایسا قرآن نہ بنا سکو گے اگرچہ تمہارے اور بھی مددگار آجائیں

قرآن کی تاثیر کے واقعات بھی بیشمار ہیں۔ اور یہ خدائی کلام لفظی و معنوی دونوں حیثیتوں سے اثر انداز ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ سورہ طٰہٰ کی ابتدائی آیات سے متاثر ہو کر ایمان لائے۔ اسی طرح نجاشی حضرت جعفرؓ کی زبان سے سورہ مریم کی آیات سن کر ایمان لے آیا۔ علیٰ ہذا القیاس اُس وقت کے بڑے بڑے شعراء اور ادباء محض قرآن سن کر متاثر ہوئے اور ایمان لے آئے جیسے عبداللہ بن سلام اور طفیل بن عمرو دوسی وغیرہ۔ حتیٰ کہ جنات بھی حضور کے طائف سے واپسی پر زبان رسالتؐ سے قرآن سنکر ایمان لائے بغیر نہ رہ سکے۔ قرآن کی یہ تاثیر اس وقت بھی بدستور ہے جہاں بیشتر غیر مسلم بھی قرآن کی تلاوت سے متاثر ہو جاتے ہیں اور ان پڑھ مسلمان بھی قرآن دانی پر جھومنے لگتے ہیں

قرآن کریم کے نزول کی تکمیل تیئس ۲۳ سال تک ہوتی رہی۔ حضورؐ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مختلف جگہوں پر لکھا ہوا قرآن ایک جگہ جمع کرایا اور لکھوایا۔ حضرت عمرؓ نے وہی قرآن اپنے وصال کے وقت ام المومنین حضرت حفصہؓ کے حوالے کر دیا اور حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کے بے شمار نسخے لکھوا کر قرآن کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ غرضیکہ قرآن کی حفاظت۔ اس کی تلاوت معانی کی تلاش اور عمل کی تڑپ ہمیشہ مسلمانوں کا جزو ایمان رہی ہے۔ لیکن افسوس کہ آج ہم نے اس "خیر الدارین" کو پس پشت ڈال دیا ہے عوام تو درکنار اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ اس کے معانی تو کیا تلاوت بھی نہیں کر جاتے بلکہ بعض اعلیٰ تعلیم یافتگان کو نماز تک بھی نہیں آتی۔ الا ماشاء اللہ حالانکہ کلام الٰہی کا پڑھنا نہ صرف ثواب ہے۔ بلکہ دین دنیا کی نجات ہے۔ یہ وہ تلاوت ہے۔ جس میں حلاوت ہے۔ لکھا ہے کہ قرآن اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ گویا قاری پر نازل ہو رہا ہے اور یہی اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ تلاوت کے ساتھ اگر خدا توفیق دے۔ اور معنوں پر غور کیا جائے تو اس سے بصیرت ملتی ہے اور ایمان تازہ ہوتا ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں نے تفکر اور تدبر چھوڑ دیا ہے۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا "پس قرآن پر کیوں غور نہیں کرتے کیا اُن کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں" آخر میں دعا ہے کہ خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو قرآن شریف پڑھنے۔ سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن پاک کی برکت سے ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ آمین"

"اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم"

بقیہ اداریہ۔ یوم عید

امن پسندی، حق گوئی و بے باکی، دیانتداری پابندیٔ اصول، خود اعتمادی، جفاکشی، قربانی و ایثار، سماحت و سخاوت، خدمت خلق اور دیگر صفات عالیہ سے متصف کیا اور اپنے آپ کو خدا و رسولؐ کی نافرمانی، حیلہ جوئی، مکر و فریب، ضد و عناد، ہٹ دھرمی، بدعہدی، خیانت، وعدہ خلافی، جھوٹ، تمسخر و استہزاء، تکبر و غرور، عجب و انانیت، بدظنی، بداخلاقی، بدزبانی، بدنظری، بدخیالی، ہوا پرستی، بہتان تراشی، افتراء پردازی، تجسس، غیبت، فسق و فجور، ظلم و عدوان، خواہشات نفسانی اور دیگر عادات رذیلہ سے محفوظ رکھا اور ارشاد ربانی قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا۔ (کامیاب و کامران ہو گیا وہ جس نے نفس کو پاک کر لیا اور ناکام و برباد ہو گیا وہ جس نے نفس کو گناہ و فجور میں دبا دیا) کے مصداق ٹھہرے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں رمضان المبارک کا صحیح حق ادا کرنے اور اس کی برکتوں سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دینے اور عید کی سچی خوشیوں اور مسرتوں سے بہرہ ور ہونے کی سعادت نصیب فرمائے آمین! وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ قرآن حکیم اور علامہ اقبال

ہیں کسی زمانے میں حاکم تھی کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ قرآن اور شمشیر کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی تھی اور انہی دو کو زندگی کا محافظ سمجھتی تھی اور یہی ہر مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیئے ؎

در کمر تیغ دو رو قرآں بدست
تن بدن ہوش وحواس اللہ مست
گفت اگر از راز من داری خبر
سوئے ایں شمشیر و ایں قرآں نگر
ایں دو قوت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند
مومناں را تیغ با قرآں بس است
تربتِ ما را ہمیں ساماں بس است

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو قرآن سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

بقیہ عظمت القرآن صفحہ سے آگے

قسم کی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ مولوی صاحب سے زبانی تبادلۂ خیالات کر لیں۔ دوم جو صاحب نصاب پر قادر ہیں لیکن طرزِ تعلیم سے واقف نہیں ہیں۔ اُن کو مہینہ بیس دن قیام کر کے اس کمی کو پورا کرنا چاہئے۔ تیسرے جو صاحب نہ نصاب پر قادر ہیں اور نہ طرزِ تعلیم سے واقف ہیں ان کو البتہ ذرا عرصہ تک ٹھیر کر سیکھنے کی ضرورت ہے اور اس عرصہ کی تعیین بھی نہیں ہو سکتی جتنی دیر میں کوئی صاحب اپنی کمی کو پورا کر سکیں۔ اور یہاں ٹھیرنے میں اُن صاحبوں کو انشاء اللہ تعالٰی کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں ہو گی۔ اگر کسی قسم کی تکلیف ہو بھی تو اس نعمت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

کیونکہ حقیقت میں تمام دنیا مفلس ہے اور نعمت سے مالا مال اور بادشاہ بن کر وہ جاتا ہے جو قرآن پاک کی قدر کرتا ہے۔

بس مجھے تو اتنا ہی عرض کرنا تھا اب اللہ تعالٰی سے دعا کرو کہ اللہ تعالٰی ہماری نیتوں میں اخلاص دیں اور اپنے قرآن پاک کی حفاظت کا بہترین طریقہ ہمیں تلقین فرمائیں۔ آمین۔

بقیہ عید مبارک

ابو داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ

"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر فرض قرار دیا ہے۔ یہ روزہ دار کے لئے لغو اور فضول سے پاکی اور طہارت کا اور غریبوں کے لئے امداد کا ذریعہ ہے جو شخص نماز سے پہلے ادا کرے گا تو یہ زکوٰۃ مقبولہ ہے اور جو شخص نماز کے بعد ادا کرے گا تو یہ صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔"

حافظ منذری فرماتے ہیں سب ہی اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقۂ فطر واجب ہے۔

صدقۂ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر کا وقت آپ معلوم کر چکے ہیں، آئیے اب صدقۂ فطر کی مقدار بھی معلوم کر لیجئے۔ صدقۂ فطر میں ہر قسم کا غلہ اور قیمت دینا جائز ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو دے۔ فی آدمی پونے دو سیر دینا چاہئے اور جو یا اس کا آٹا تو ساڑھے تین سیر دینا چاہئے اور اگر گیہوں اور جو کے علاوہ کچھ اور دے تو پونے دو سیر گیہوں کی قیمت میں جو غلہ آتا ہو اتنا دینا چاہئے کہ اگر قیمت ہی دینا چاہیں تو پونے دو سیر گیہوں کی قیمت دے دیں۔

صدقۂ فطر سب پر واجب ہے

ہر شخص مالکِ نصاب پر اپنی طرف سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے لیکن نصاب زکوٰۃ یا نصاب صدقۂ فطر میں یہ فرق ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے تو چاندی یا سونا یا مال تجارت ہونا ضروری ہے اور صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے ان تین چیزوں کی خصوصیت نہیں بلکہ اس میں ہر قسم کا مال حساب میں لگ جاتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس اس کے استعمال کے کپڑوں سے زائد کپڑے یا روزمرہ کی ضرورت سے زیادہ تانبے پیتل چینی کے برتن ہوں یا کوئی مکان ہو یا اور کسی قسم کا سامان ہو اور حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو اور اس کی قیمت نصاب کے برابر ہو یا زیادہ ہو تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں ہے مگر صدقۂ فطر واجب ہے۔

عید کی اذان اور تکبیر

عید کی نماز کے لئے نہ اذان ہوتی ہے اور نہ تکبیر۔ حضرت جابرؓ بن سمرہ کا بیان ہے کہ

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اور دو سے زیادہ بار بغیر اذان اور تکبیر کے پڑھی ہے۔

امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے عبداللہ ابن عباسؓ اور جابرؓ کا متفقہ بیان نقل کیا ہے کہ:۔

"عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں اذان نہ ہوتی تھی۔"

عید کی تکبیریں

عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد پہلی رکعت میں تین تکبیریں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں بعد قرأت رکوع کی تکبیر سے پہلے تین تکبیریں ہیں اور ان کو تکبیرات زوائد کہتے ہیں۔ یہ صحابہ میں عبداللہ بن مسعودؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، ابو مسعود انصاریؓ، امام سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔ یہ تکبیرات زوائد ہیں۔ چھ ہیں اور واجب ہیں! امام شافعیؒ کے نزدیک ۱۲ تکبیریں ہیں، ۷ پہلی رکعت میں اور ۵ دوسری رکعت میں۔ احادیث دونوں طرح آئی ہیں۔ احناف کے نزدیک چھ تکبیریں مندرجہ بالا تفصیل کے ساتھ ہیں۔

نمازِ عید کی ترکیب

امام عید کی نماز کے لئے کھڑا ہو تو صفیں سیدھی کر لیں۔ امام تکبیر تحریمہ کہہ کر ثنا پڑھے گا۔ ثنا پڑھنے کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے گا سب مقتدی بھی امام کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں اسی طرح امام دوسری اور تیسری تکبیر کہیگا اور تکبیروں کے درمیان کچھ نہیں پڑھے گا تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں امام بآواز بلند فاتحہ اور سورت پڑھے گا تمام مقتدی نہایت غور سے اور توجہ سے سنیں۔ سورت پڑھ کر دوسری نمازوں کی طرح رکوع اور سجدہ کریں یہ ایک رکعت ہوئی دوسری رکعت میں امام بلند آواز سے فاتحہ اور سورت پڑھے گا سورت کے بعد دوسری رکعت میں امام پھر تکبیر کے لئے ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیگا اسی طرح تین تکبیریں کہیں اور تیسری تکبیر کے بعد چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں رکوع اور سجود اور قعود میں التحیات دوسری نمازوں کی طرح پڑھیں امام کے ساتھ سلام پھیر دیں۔

عید کا خطبہ

عید کی نماز کے بعد دو خطبے سنّت ہیں لیکن ان کا سننا واجب ہے صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ:۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عیدگاہ جاتے۔ پہلے نماز، نماز کے بعد دو خطبے دیتے ان میں لوگوں کو نصیحت کرتے وصیت فرماتے حکم دیتے۔ اگر کسی طرف کوئی دعوتی وفد روانہ کرنا ہوتا تو روانہ فرماتے۔"

عید کی مبارکبادی

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ عید کی مبارکبادی مستحب ہے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک عنوان قائم کر کے اس کو مستحب ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

عید کے بعد چھ روزے

عید کے بعد چھ روزے مستحب ہیں۔ ان کا بہت ثواب ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ایوب انصاری کا بیان ہے کہ:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور پھر رمضان کے بعد چھ روزے رکھے۔ وہ ویسا ہے جیسے عمر بھر کے روزے رکھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عید کے بعد چھ روزے مستحب ہیں۔ حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ عمر بھر کے روزوں کے برابر ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ رمضان کے روزے تیس ہیں اور ایک نیکی پر دس گنا بدلہ ملتا ہے۔ اس طرح تین روزے ایک ماہ کے لئے ہو کر ۳۰ روزے دس ماہ کے لئے کفایت کرتے ہیں اگر چھ روزے اور رکھ لئے جائیں۔ تو دو ماہ کی مزید کفایت ہو کر ۱۲ ماہ یعنی سال بھر کے روزوں کا حساب ہو جائے گا۔

مسند امام احمد میں حضرت ثوبان کا بیان ہے کہ "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ رمضان کے روزے دس ماہ کے برابر ہوتے ہیں اور چھ روزے دو ماہ کے برابر ہو کر سال بھر کے روزے ہو جاتے ہیں۔"

عید کی روح

عید کا دن یوم الجوائز ہے اس لئے اس کی روح یہ ہے کہ:۔

۱۔ خوشی و مسرت اور بشاشت کا مظاہرہ کرے۔ ۲۔ ندامت کے ساتھ گناہوں سے توبہ کرے۔ ۳۔ زیادہ سے زیادہ اللہ کی یاد میں لگ جائے۔ ۴۔ روٹھے ہوئے بھائیوں کو منائے۔ ۵۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے۔ ۶۔ ناداروں اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر سگالی سے پیش آئے۔ ۷۔ رشتہ داروں سے ملاقات کرے۔ ۸۔ زبان کی شیرینی اور نرمی کا پیکر بن جائے۔ ۹۔ زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کرے۔ ۱۱۔ نمائش۔ کبر۔ گالی گلوچ سے بچ کر رہے۔ ۱۲۔ فسق و فجور اور ناشائستگی سے دور رہے۔ ۱۳۔ نیکوکاروں اور اہل علم سے ملاقات کرے۔ ۱۴۔ قبور کی زیارت کے لئے جائے۔ ۱۵۔ گھر میں خوش و خرم رہے اور زیادہ سخاوت کا مظاہرہ کرے۔

مسلمانانِ عالم کے لئے

دُعا

عید کی رات میں، صبح کی نماز میں، عید کے بعد خطبے میں نہایت الحاح وزاری کے ساتھ مسلمانانِ کشمیر و ہند، قبرص کے ترکی مسلمانوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کے لئے امن و سلامتی اور فتح و نصرت کی دعا کریں۔ نیز پاکستان کے بقا، استحکام اور باطل کے مقابلے میں غلبے کی اور اسلام کی خاطر پاکستان کے مثالی مملکت بننے کی اللہ سے بھیک مانگیں۔

ایڈیٹر عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T. ۲۷۳۰-۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء